مصنفہ حضرت علامہ راشد الخیری مد ظلہ

یادگار شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد مرحوم

جسے

ملا محمد الواحدی دہلوی

نے

ربیع الثانی ۱۳۵۴ ہجری المسعود

آٹھویں مرتبہ

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

انتباہ و اطلاع

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری کی معرکۃ الآرا تصانیف

لڑکیوں اور عورتوں کیلئے بے مثل کتابیں

آمنہ کالال	عمر	قلب حزین	۸ر	غدر کی ماری شہزادیاں	۱۲ر	ویڈیا کی سرگذشت	۱ر
سیدہ کالال	عہ ۱۲ر	گلدستہ عید	۸ر	دواع ظفر	عہ	فسانہ سعید و سراب مغرب	
الزہرا	۱۲ر	روداد قفس	۱۲ر	اسلامی تاریخ ناول کی طرز پر			
امت کی مائیں	۱۲ر	تفسیر عصمت	۵ر	عروس کربلا	عہ	تیغ کماں	عہ
وداع خاتون	۶ر	انگوٹھی کا راز	۸ر	محبوبۂ خداوند	۱۲ر	اندلس کی شہزادی	۸
صبح زندگی	عہ	منازل ترقی	۴ر	باسیان شام	عہ	سودائے نقد	۵
شام زندگی	عمر	جوہر عصمت	عہ	شہنشاہ کا فیصلہ	۴ر	شہید مغرب	
نوحہ زندگی	۱۲ر	سیلاب اشک	عہ ۱۲ر	منظر طرابلس	۵ر	سات روحوں کے اعمالنامے	
نسوانی زندگی	۸ر	طوفان اشک	عہ ۱۲ر	در شہوار	۸ر	محصولڈاک بذمہ خریدار	
حیات صالحہ	عہ	نانی عشو	۱۰ر	دستکاری کی کتابیں			
طوفان حیات	عمر	ولائتی نفعی	۶ر	جو اپنے اپنے موضوع پر نہایت مفید اور کارآمد تسلیم کی گئی ہیں۔			
جوہر قدامت	عہ	منازل السائرہ	عالر				
تمغہ شیطانی	۱۲ر	بنت الوقت	۸ر	عصمتی کروشیا	عہ	عصمتی کشیدہ	عہ
[illegible]	۸ر	اپین کا دیم وکیپ	۴ر	موتیوں کا کام	عہ	گلدستہ کشیدہ	عہ
ستونتی	۸ر	بچہ کا کرتہ	۴ر	سلمہ ستارہ کا کام	عالر	[illegible] کی دستکاریاں	

ملنے کا پتہ منیجر نظام المشائخ دہلی

قریب نہیں دوست نہیں رشتہ دار نہیں اس کا بس چلتا تو وہ سادات کی آبرو بیچ بازار میں
کروا دیتی۔ میرا چھپن کو اس پر بھروسہ کرنے کی وجہ اور اعتماد کا سبب کیا۔ میر صاحب گو
وہ اس کے سزاوار تھے اور یہ ان کے کردار کا نتیجہ اور اعمال کا انجام تھا مگر افسوس یہ ہے کہ ایک مچھلی
سارا جل گندہ کر دیا اور اس نا سمجھ اولاد نے بڑوں کی آبرو اور بزرگوں کی عزت سب برباد
کر دی اور وہ اصل نسل سیدانی جن کا خاندان چاند کی طرح چمک رہا تھا اس پر ایسا کلنک
ٹیکا لگا کہ جب تک زندہ ہیں گردنیں نیچی اور زبانیں خاموش رہیں گی۔ ہماری آنکھوں نے جہاں ان کے
کے کرتوت دیکھے وہاں یہی آنکھیں میر صاحب کا وہ سماں بھی دیکھ چکی ہیں کہ ان کی شرافت خاندانی
سادات پر اس طرح چمک رہی ہے کہ سارا شہر اس کی روشنی سے جگمگا اٹھا۔ میر صاحب کہنے کے
مسلمان نہ تھے اُن کا اسلام سچ مچ کا اسلام تھا اور وہ ایسے مسلمان تھے کہ آج ویسے مسلمان
نظر نہ آئیں گے اُنہوں نے بیوی کی جو قدر و منزلت کی اور پڑی جانی کو جس عزت سے رکھا اب کبھی
اس سے سبق لے سکتی ہے پردہ بہنوں کے عاشق بھائیوں کے پروانہ ماں باپ کے فرمانبردار تھے شوہر ہو کر دل
کے آنا ہی نہ تھے اُن کی شفقت اور محبت دلسوزی اور ہمدردی نے ماؤں کو گھر اور لڑکیوں کو ماں
باپ بھلا دیئے ان کا فیض صحبت و صحبت کا اثر ایسا تھا کہ بیوی ایسی بیوی تھی جس کے [illegible] بالکل
کے ساتھ محلہ بھر کی داد اٹھی اس کا دستر خوان اتنا عام تھا کہ بیسیوں پیٹ اس سے پلتے [illegible]
کرم اتنا وسیع تھا کہ دور دور کی بڑھیاں بھکاریاں انڈیا اور پانچ اس کا شہرہ سنکر آتیں
اور با مراد جاتیں۔ ان تمام باتوں کے ساتھ دونوں میاں بیوی کی دعا ربنا آتنا فی الدنیا
حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ خالی نہ تھی اُن کی دنیا کچھ ایسی تھی کہ خدا تمام دنیا کو نصیب
کرے برسات کے موسم میں جب اودی اودی اور کالی کالی گھٹائیں آسمان پر آتیں سبزہ کا فرش
جل تھل ہر طرف بچھ جاتا سبزہ لہلہاتے اور خوشنما گل [illegible] ہر طرف کھلتے تو میر صاحب کی بیوی اپنے سارے
کنبے اور محلے کو لیکر سید باغ پہنچ جاتیں پردہ کا انتظام [illegible] کیا جاتا [illegible] قدرت
حظ اٹھاتیں کا انتظام یہ کچھ کم اس کے تو کسی جامنوں کی ٹہنیاں اور دو دو گز [illegible]

کنارے رکھ دیے جاتے۔ کڑاہیاں چڑھ جاتیں جھولے پڑ جاتے جس وقت بیوی اپنی نند کو
لے کر جھولے میں بیٹھتیں اور بہنیں لہک لہک کر گاتیں ۔

بہار رانی، کوڑیاں کھول۔ رس کی بوندلاں پڑیں
کھول سجو جیا کوڑیاں - رس کی بوندلاں پڑیں
میری بھاوج - کوڑیاں ا رس کی بوندلاں پڑیں

تو ایک ماما کشتی لیکر سامنے آتی اور بیوی اپنے ہاتھ سے خوان پوش اٹھا کر سرخ چادر کا جوڑا نند کو
اڑھاتیں یہ وہ وقت تھے کہ بہنیں ساون منانے بھائیوں کے ہاں آتی تھیں سسرال کا ایک ایک
دن ان کو ایک ایک سال ہو جاتا تھا اور جب خدا خدا کرکے یہ زمانہ آتا تھا تو بھائی کے ہاں پہنچتی
تھیں۔ جھولے جھولتی تھیں پینگ لیتی تھیں اور بہن بھائیوں کی وہ محبت ہوتی تھی جس کا
اب نام و نشان بھی نظر نہیں آتا۔ یہی وہ رسم جس کو امیر خسرو ان الفاظ میں ادا کر گئے ۔

نیم کی نبولی پکی ساون کبھی آئے ہی گا
جیو رے میری ماں کا جایا ڈولی بھیج بلائے ہی گا

جھولا جھول کر کپڑے بدل بدلا بیوی سب کو لیکر کھانا کھانے بیٹھتیں پکوان اترتے بادل جھوم
جھوم کر آتے اور برستے۔ گھٹائیں گھر گھر کر اٹھتیں اور مینہ پڑتا۔ بیوی نند کے آگے خاطر مدارات میں
بچھی جاتی تھیں اور مہمان کی تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتیں اسی حالت میں جو وہیں مؤذن
کی آواز خدائے واحد کی توحید کا ڈنکہ بجاتی اور کہتی نیک دنیا والو اب تیاری عاقبت کا بھی فکر کرو
سب وضو کرکے نماز پڑھتے اور اس خدا کا شکر ادا کرتے جس نے بخیر و خوبی ان کو یہ دن اور
یہ وقت دکھایا ۔

(۳)

جب ہیر کلن کے شوہر زندگی کا سایہ اس خاندان سے اٹھا تو گو بیوی کے پاس بیٹے اور بیٹیاں
پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں سب کچھ موجود تھے مگر شوہر کی موت نے آنکھوں میں دنیا اندھیر کردی

یں اگلے زمانہ کی سیدھی سادی عورتوں کا رہنا مشکل ہے۔ آج کل کے شوہر تعلیم یافتہ بیوی پسند کرتے ہیں۔ ہم اماں کی وجہ سے اپنی بچی کی زندگی برباد نہیں کر سکتے۔ تم تیار ہو جاؤ میں ڈولیاں منگواتا ہوں۔

کہاروں نے آواز دی۔ ماں بیٹیاں کپڑے بدل تیار ہوئیں تو ماں نے بیٹے سے آ کر کہا۔

اچھن میاں تم کو ہماری زندگی مہینہ ہی بھر میں دو بھر ہو گئی ابھی تمہارے باپ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا کہ تم ماں کی صورت سے متنفر اور عادتوں سے بیزار ہو گئے۔ دیکھو بیٹا میں بیمار ہی اور پرسوں صبح کی پاؤ روٹی کھائے ہوئے ہوں۔ تم میرے محتاج نہیں۔ گھر والے اور اللہ رکھے مستقل ہو مگر میرے بڑھے چونڈے کو استرے سے نہ مونڈو۔ برس یا دو دن نہ جیوں گی اور کچھ دن کی ہوا کھا رہی ہوں مجھکو زمین میں گاڑ کر جو جی چاہے وہ کرنا۔ بیٹے بالوں پر اعتراض نہیں کیا۔ شوق سے بنواؤ۔ خدا تم دونوں کو خوش و خرم رکھے صرف اتنا کہا تھا اور اب بھی کہتی ہوں کہ یہ رستہ ٹھیک نہیں اس کا انجام اچھا نہ ہوگا تم بہتیرے تم کرو میں منت سے کہتی ہوں میری زندگی تلخ نہ کرو اور خدا کے واسطے مجھے یہ دن نہ دکھاؤ کہ میری آنکھوں کے سامنے بہو اور پوتی دونوں کی دونوں اکیلیاں بے پردے جلسہ میں چلی جائیں۔

اچھن۔ (ہنس کر) اماں جان آپ بھی کیا باتیں کرتی ہیں۔ اکیلے جانے کو کیا ہے وہاں کوئی ہوا بیٹھا ہے جو کھا جائیگا موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے میں کہوں آپ کا مرنا جینا لگا آپ ماتم کر دیکھئے اور زمانہ کی رفتار کو دیکھئے اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ یہ چاہتی ہیں کہ آپ کے بعد ہماری زندگیاں برباد ہو جائیں اور آرام کو کوئی پھٹک نہ سکے آپ جا کر لیٹئے اور اس معاملہ میں نہ بولیئے۔ یہ دونوں شام تک آ جائیں گی۔

ماں۔ میری عاجزی کا جواب یہی ہونا چاہیئے تھا شاباش بیٹا شاباش بس بس چکی۔ دیکھوں کہ یہی تو کس کا بچہ ہے کہ ان دونوں کو بھیجے۔ خدا کی قسم اچھن اگر یہ دونوں چلی گئیں تو آج ہی ماں کا جنازہ اس صحن میں دیکھ لیجیو غضب خدا کا کواری بچی جس کا ابھی تک کسی نے

دیکھا آج کھلے خزانے عیسائیوں میں جائے منہ پر ہاتھ پھیر کر دیکھ ناک ہی باکٹی۔ بیٹے کا
ارمان اسی دن کو کرتے ہیں بہوئیں اسی واسطے آتی ہیں بزرگوں کی آبرو اور بڑوں کی آن بان
پر پانی پھیر دیں۔ تیری ہستی کیا ہے اور تو بچتا کیا ہے تو سید نہیں چمار ہے تیری حمیت غارت ہو گئی
تیری حیا رخصت ہو لی۔ یہ معصوم سیدانی کنواری ہے اس کو پڑھے گھر جاتا اور دوسرا
ور لیتا تا ہے اس کی مدتی سی آبرو میری زندگی تک تیرے ہاتھ میں نہیں ہے خون پانی
ایک کر دوں گی اور خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں اس بھولی چڑیا پر اپنا خون قربان کر دوں گی
تو بہو کا مختار ہے بسم اللہ کر جلسوں میں بھیج یا بازار میں نچوا کر رکھ۔ تو ساس سسر کی ناک کاٹی
تو اماں باوا کی؟ چاہیئے ایک دفعہ نہیں سو دفعہ اپنے بزرگوں کا نام روشن کرے۔ مگر اس کے
ساتھ تو میری عزت ہے کیفیت ان رگوں میں میرا خون دوڑ رہا ہے۔ اس کی آبرو پر ایک حرف
تمام خاندان کو برباد کر دے گا اور ایرانی سیدوں کی آبرو جن کے طفیل میں ٹکڑا
مل رہا ہے دم بھر میں تباہ ہو جائے گی۔

دونوں میاں بیوی پہلے بڑھ چڑھ کر بول رہے تھے مگر سیدانی کا جلال لیا دیا نہ تھا
غصہ میں تھر تھر کانپ رہی تھی منہ سے جھاگ اور آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا۔ بہو کا
ہاتھ گھسیٹ اپنے دالان میں آ گئی اور خاموش لیٹ گئی۔

مرے اس بہو کی ماں جو ساس کے سامنے تو درکنار سسر کے پیچھے بھی ایک حرف
زبان سے نکالا ہو۔ میاں نے بیوی کو اور بیوی نے میاں کو دیکھا مگر نہ وہ کچھ بولا نہ وہ
اجمن اٹھ باہر چل دیا اور بیوی بیٹھ سینے پرونے لگیں۔

(۴)

بیٹی میری حالت ہر روز بدتر نہیں بلکہ لحظہ لحظہ خراب ہو رہی ہے۔ اجمن پرسوں تمکنار کر گیا
کھڑے کھڑے میرے پاس آیا تھا میں کچھ کہنا چاہتی تھی نہ ٹھہرا چلا گیا۔ یہ میرا آخری وقت
ہے۔ زندہ رہتی تو اکرم کو اپنے ہاتھ سے دلہن بناتی اور جو کچھ تاریخ کا پاس تھا اس کو دیدیتی

اپنے پاس بلا کر پٹی پر بٹھایا اور کہا۔

ماں۔ بیوی مجھ پر رحم کر اور میرے لال کی صورت مجھے دکھا دے۔

مشرف۔ اماں جان وہ تو ابھی نہیں آئے۔

ماں۔ کیا وقت ہے؟ یہ کون چیخ رہا ہے۔

مشرف۔ رات آدھی گزر گئی چوکیدار بول رہے ہیں۔

ماں۔ دنیا اس وقت کو بھول نہیں سکتی وہ آج جس نے اپنی ساری بہاریں تجھ پر قربان کر دیں جس نے تکلیف کو تکلیف نہ سمجھا جس نے راتیں گنوا کر اور دن گزار کر ایک ننھی سی جان کو جوان دیکھا آج مرتے وقت دم واپسیں اس چاند سے چہرہ کو ترس رہی ہے اس کی قیمت جب اچھن میرے کلیجہ سے چمٹا ہو ساری دنیا بھی نہیں ہو سکتی۔ مشرف خدا را اٹھ اچھن کو بلا میرا دم سینہ میں اٹک رہا ہے۔

ماں یہیں تک پہنچی تھی کہ اکرم نے باپ کی تصویر دادی کو دکھا دی۔ بڑھیا نے چوم کر پیار کیا۔ کلیجہ سے لگایا اور ایک چیخ مار کر کہنے لگی۔

"اچھن میاں خدا حافظ"

روح نے عالم بالا کو پرواز کیا اور اس طرح مرنے والی کا وہ ارمان کہ شوہر کی پائنتی جا پڑوں چند مہینے کے اندر پورا ہو گیا۔

(۵)

کیا بتاؤں یہ زندگی تو ان لوگوں کی ہے کہ گھر منہ سے بول رہا تھا ہر چیز قرینہ سے رکھی سلیقہ سے سجی۔ لباس واہ واہ۔ گوٹہ نہیں ٹھپہ نہیں سیدھا سادہ بڑھیا ہی کا ڈیلا ڈھالا پاجامہ مگر سبحان اللہ کو ٹھی کیا تھی جنت تھی۔ مرنے کی اس عمر میں بیسیوں ہی بیویاں دیکھیں غریب بھی اور امیر بھی مگر ایسا مزاج تو دیکھا نہ سنا احاطہ میں گھستے ہی آنکھوں میں تراوٹ آتی ہے پھول کھلے ہوئے گلاب مہکتا ہوا بیلیں چڑھی ہوئی مدرسہ کا یہ حال کہ چونہ گچی کی عمارت میزیں کرسیاں استانیاں ماما ئیں کس کس کی تعریف کروں کیا کہوں قدر کوئی سمجھے پر ایک۔ مگر جو تھی ایسی سیدھی سادھی

پر قربان کر دیتی۔ جب بیٹا وارث ہو گیا اور جب تم سے ملنا کم ہو گیا تھی، تب خدا کی تو میری بہن
ختم ہوئی۔ پھر تقدیر پھر گئی زندگی بے چین گزار دی۔ مگر میرا مقصود یہی ہے کہ خدا کا شکر ادا کروں اس وقت
ایک کمینے پن دونوں مصیبتوں کو چھپائے ہوئے تمہارے حضور آ بیٹھی ہوں۔ کسی کے آگے ہاتھ
نہیں پھیلایا۔ در در کی ٹھوکریں نہیں کھائیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ پھر کیا گزری۔ مجھے شکایت
ہے تم نے اتنا یاد رکھنے کے بعد میری بات نہ پوچھی۔ خدا تمہاری عمر دراز کرے تمہارے رحم
و کرم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ میں تمہارے رحم و کرم کی بھیک اور عنایت و شفقت کی خواستگار
ہوں میرا ایک بچہ بیمار ہے اس کے سینے میں ناسور ہے اور آج مہینے سے میرا تمام اثاثہ ختم ہوچکا
ڈاکٹروں اور دواؤں میں۔ کتنا ایمان پر اکٹھا رہا ہے میرا تو ختم ہوا۔ روپیہ ہوچکا اور اب میرے
پاس اتنا نہیں کہ گھر جا کر ڈولی کا کرایہ دے دوں۔ اگر تم اس وقت آ جان کی اشرفیاں تمہارے
پاس امانت ہیں مجھکو دے دو تو میں ان مصیبتوں سے بچ جاؤں۔ مجھے اب پانچ سو سے زیادہ
درکار ہو گیا ہے۔ اگر خدا کو اسی بہانے سے اس کی جان بچانی ہے تو اس کا آپریشن کرا لینا
چاہیے۔ میں یہ سمجھوں گی کہ اماں نے یہ روپیہ اپنے پاس سے دیا۔ بدنصیب ہوں بگڑی
اور بس اجڑی۔ خوشی خوشی چلی جاؤں گی۔ دعائیں دوں گی۔ پھولو گے پھلو گے۔ بتیا ختم کر
مجھے آئے ہوئے بہت دیر ہو گئی۔ بیمار بچہ چھوڑ کر آئی ہوں۔ راہ دیکھ رہا ہوگا اور رو رہا ہوگا۔
بھائی - آپا مجھے تمہارے روپیہ سے انکار نہیں۔ بیشک تمہاری امانت کا میں ذمہ دار
ہوں مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ روپیہ میرے پاس صرف ہو گیا۔ انشاء اللہ پہلی
تاریخ کو شوق سے اپنا روپیہ لے جاؤ۔
بہن - تم نے میری ضرورت کو غور سے نہیں سنا۔ میری جان نکل رہی ہے۔ پیارا دم توڑ رہا ہوگا
بچے کی پہلی اور دوسری۔ ہم کیا واسطہ؟ میرا بچہ کہاں ہے۔ میں تڑپ رہی ہوں۔ تم کچھ تو مجھے اس وقت
دیدو میں آپریشن کرالوں۔
بھائی - تم بچے جو آئی ہو۔ دیکھ ہی رہی ہو کہ میں نوکروں کے لئے باہر کا کمرہ بنوا رہا ہوں

شام کو ساٹھ روپے کی مدد ملتی ہے۔ اور پیسہ پاس نہیں۔ مجھے آخر دینا ہے جب نہ دیتا اب دیدیتا۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ اس وقت تو معاف کرو۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو پہلی کو انشاء اللہ منگوالینا۔

بہن۔ اچھن میرے کلیجہ کو لگی ہوئی ہے میں اپنی کوشش میں کمی نہ کروں گی لیکن اتنا سمجھ لینا کہ جس وقت یہ خبر شہر میں مشہور ہوگی کہ میر کلن کا نواسا اور اچھن کا بھانجہ خیراتی اسپتال میں ماں لیئے ہوئے پڑی ہے تو یہ عزت جو بنا رہے ہو سب بگڑ جائے گی۔ اچھا ڈولی منگوا دو میں جاتی ہوں۔

رضیہ ڈولی میں بیٹھی تو امید کی خوشیاں جنہوں نے بچہ کی صحت کا یقین دلا دیا تھا ختم ہو چکی تھیں۔ سوچنے لگی کہ اللہ غنی دنیا اسی کا نام ہے جو بہن بیس ہزار کا ترکہ چھوڑ بیٹھی اس کو بیس روپے بھی بھائی سے نہ دیئے گئے۔ گھر گئی اور خیال کیا کہ اسی ڈولی میں بچہ کو لیئے ہسپتال چلی جاؤں۔ مگر پھوٹی کوڑی پاس نہ تھی۔ خدا کا شکر کیا اور بیٹھ گئی۔

(۵)

اچھن کی حالت طریقہ رہائش اور بود و باش میں اگر صرف اتنی تبدیلی ہوتی کہ دری چاندنی کی بجائے میز کرسیاں، حقہ کے بدلے سگرٹ اور پانی کے عوض سوڈا۔ تو حاشا و کلا ہم کو ہرگز ہرگز شکایت کا موقع نہ تھا۔ مگر رونا اس کا ہے کہ جب تک ماما چاء کی تین پیالیاں اور ہاف بوائل انڈے نہ دے دیتی تو اللہ کے بندے بچھونے سے نہ اُٹھتے۔ غسل اور وضو کیسا کلی تک کرنی نصیب نہ ہوتی اور وہی رات کا باسی منہ نماز کے وقت چلنے لگتا۔ آٹھ بجے کے قریب ڈولی آتی اور اکرم جہاں مدرسہ چلی جاتی۔ گیارہ بجے کے قریب کھانا کھانے آتی اور پھر چلی گئی۔ اب کی گئی گئی پچھلے پہر لوٹتی۔ فارغ ہوا کبھی سات بجے کبھی آٹھ بجے آتی۔ تینوں کے کمرے الگ الگ مقرر ہو گئے تھے۔ میاں بیوی کے کمرے تو قریب قریب شریک تھے۔ مگر اکرم کے کمرے کا یہ انتظام اچھن نے خاص طور پر کر دیا تھا کہ اس کی بلا

اجازت نہ خود ادھر جاتا نہ کسی اور کا جانا جائز رکھتا۔ اس کی ڈاک جس میں لوکل سہیلیوں کے خطوط
اور اخبار و رسالے ہوتے باہر ہی سے باہر اس کے ہاتھ پہنچ جاتی۔ کھانا ایک وقت دیسی ہوتا
ایک وقت انگریزی گویا وجود ان سب باتوں کے اس انقلاب کے ایام ابتدائی میں یہ بھی دیکھا گیا ہے
کہ عشاء کی نماز بلا ناغہ تو نہیں مگر کبھی کبھی مشرف نے تو پڑھی ہے۔ یہ سب کچھ دودھ کا اثر تھا یا کچھ دن اماں
کی صحبت کا نتیجہ۔ مگر آگے چل کر تو نماز روزہ کس کا وہ مسلمان کے نام سے شرماتی تھی۔ ہاں جلسوں
میں نماز پڑھنے کے واسطے سب سے آگے اور سب سے پہلے تیار ہو جاتی۔

(۸)

ابا جان میری زندگی ہی تھی جو بمشکل بچ گئی۔ پندرہ دن ایسے گزرے ہیں بس خدا کی
کوٹھی کیا تھی میں تو یہ سمجھتی تھی بہشت میں پہنچ گئی کیسی شفقت تھی۔ اماں جان بھی اتنا خیال نہیں
کر سکتیں۔ نماز کے وقت آتی تھیں۔ تھرمامیٹر لگایا نسخہ لکھا دوا پلائی اور چلی گئیں۔ آٹھ بجے
اپنے ساتھ آپا کو لیکر پھر آئیں۔ انڈے۔ چاء۔ دودھ چینی زبردستی اس محبت سے پلاتیں
کہ عمر بھر احسان نہ بھولوں گی۔ دس بجے پھر دوا دیتیں۔ بارہ بجے اپنے ساتھ کھانا کھلاتیں
نام کو تو ایک دو پیسہ روز کا تھا مگر دس روپئے بھی ہم روزانہ اٹھائیں تو یہ آرام نصیب نہیں ہو سکتا
شام کو کوٹھی کے احاطہ میں ساتھ لیکر ٹہلتیں۔ گرمی و سردی کا اتنا خیال رکھتیں کہ ذرا
ٹھنڈ ہوئی اور دم نیچے گرم کپڑا پہنایا۔ اس گھر میں تو قیامت تک اچھی نہیں ہوتی۔
بھلا وہ کھلی ہوئی ہوا یہاں کہاں۔ مجھے تو یہ جیل خانہ معلوم ہو رہا ہے۔ گلی میں گھستے ہی وہ
بدبو آتی کہ خدا کی پناہ و تعجب آتا ہے کہ اگلے زمانہ میں لوگ کس طرح زندہ رہ سکتے تھے۔ یہ
تنگ گھر اور میلی کوٹھریاں جہاں اول تو ہوا کا گزر ہی نہیں اور ہے بھی تو میلی کچیلی گندی سڑی
اس میں اچھے تو تندرست آدمی بیمار پڑ جائے۔ بیمار تو کیا خاک اچھا ہوگا۔ جب ہی تو پہلے
کثرت اموات کا یہ حال تھا کہ عورتیں دھڑا دھڑ اس لئے مرتی تھیں کہ تازی ہوا ان کے لئے قطعی حرام تھی
بہر صورت خدا نے تمہاری جان بچالی۔ سب کچھ بھر پایا۔ تمہارا چہرہ ہمیشہ کا کمزور تھا

شام کو ساٹھ روپے کی مدیا لٹی ہے۔ اور پیسہ پاس نہیں۔ مجھے آخر دینا ہے جیب دیتا اب دے دیتا۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ اس وقت تو معاف کرو۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو پہلی کو ان شاء اللہ منگوا لینا۔

بہن۔ اچھن میرے کلیجہ کو لگی ہوئی ہے میں اپنی کوششیں کمی نہ کروں گی لیکن اتنا سمجھ لینا کہ جس وقت یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی کہ میر کلن کا نواسا اور اچھن کا بھانجہ خیراتی اسپتال میں پڑا ہے تو یہ عزت جو بنا رہے ہو سب بگڑ جائے گی۔ اچھا ڈولی منگوا دو میں جاتی ہوں۔

رضیہ ڈولی میں بیٹھی تو امید کی خوشیاں جنہوں نے بچہ کی صحت کا یقین دلا دیا تھا ختم ہو چکی تھیں۔ سوچنے لگی کہ اللہ غنی دنیا اسی کا نام ہے جو بہن بیس ہزار کا ترکہ چھوڑ بیٹھی اس کو بیس روپے بھی بھائی سے نہ دیئے گئے۔ گھر گئی اور خیال کیا کہ اسی ڈولی میں بچہ کو لیئے اسپتال چلی جاؤں۔ مگر پھوٹی کوڑی پاس نہ تھی۔ خدا کا شکر کیا اور بیٹھ گئی۔

(۵)

اچھن کی حالت طریقہ رہائش اور بود و باش میں اگر صرف اتنی تبدیلی ہوتی کہ دری چاندنی کی بجائے میز کرسیاں۔ حقہ کے بدلے سگرٹ اور پانی کے عوض سوڈا۔ تو حاشا و کلا ہم کو ہرگز ہرگز شکایت کا موقع نہ تھا۔ مگر رونا اس کا ہے کہ جب تک بابا چا کی تین پیالیاں اور ہاف بوائل انڈے نہ دے دیتی تو اللہ کے بندے بچھونے سے نہ اٹھتے۔ غسل اور وضو کس کا کلی تک کرنی نصیب نہ ہوتی اور وہی رات کا باسی منہ نماز کے وقت چلنے لگتا۔ آٹھ بجے کے قریب ڈولی آتی اور اکرم جہاں مدرسہ چلی جاتی۔ گیارہ بجے کے قریب کھانا کھانے آتی اور پھر چلی گئی۔ اب کی کئی کئی پڑھائی ہیڈ ہیڈ ہوا۔ جب فارغ ہوا کبھی ساڑھے بجے کبھی آٹھ بجے آتی تینوں کے کمرے الگ الگ مقرر ہو گئے تھے۔ میاں بیوی کے کمرے تو قریب قریب تھے۔ مگر اکرم کے کمرے کا انتظام اچھن نے خاص طور پر کر دیا تھا کہ اس کی بلا

اجازت نہ خود ادیکھنے پاتا نہ کسی اور کا جانا جائز رکھتا۔ اس کی ڈاک جس میں کل سہیلیوں کے خطوط
اور اخبار اور رسالے ہوتے باہر ہی سے باہر اس کے ہاتھ پہنچ جاتی۔ کھانا ایک وقت دیسی ہوتا
ایک وقت انگریزی۔ گویا وجود ان سب باتوں کے اس انقلاب کے ایام ابتدائی میں یہ بھی دیکھا گیا ہے
کہ عشاء کی نماز بلا ناغہ تو نہیں مگر کبھی کبھی مشرف نے تو پڑھی ہے۔ یہ سب کچھ دودھ کا اثر تھا یا کچھ ماں
کی صحبت کا نتیجہ۔ مگر آگے چل کر تو نماز روزہ کس کا وہ مسلمان کے نام سے شرماتی تھی۔ ہاں جلسوں
میں نماز پڑھنے کے واسطے سب سے آگے اور سب سے پہلے تیار ہو جاتی۔

(۸)

اباجان میری زندگی ہی تھی جو میں بچ گئی۔ پندرہ دن ایسے گزرے ہیں بس خدا کی
کوٹھی کیا تھی میں تو یہ سمجھتی تھی بہشت میں پہنچ گئی۔ کیسی شفقت تھی۔ اماجان بھی اتنا خیال نہیں
کرسکتیں، نماز کے وقت آتی تھیں۔ تھرمامیٹر لگایا نسخہ لکھا۔ دوا پلائی اور چلی گئیں۔ آٹھ بجے
اپنے ساتھ آپا کو لیکر پھر آئیں۔ انڈے۔ چاء۔ دودھ چینی زبردستی اس محبت سے پلاتیں
کہ عمر بھر احسان نہ بھولوں گی۔ دس بجے پھر دوا دیتیں۔ بارہ بجے اپنے ساتھ کھانا کھلاتیں
نام کو تو ایک دو پیسہ روز کا تھا مگر دس روپے بھی ہم روزانہ اٹھائیں تو یہ آرام نصیب نہیں ہو سکتا
شام کو کوٹھی کے احاطہ میں ساتھ لیکر ٹہلتیں۔ گرمی و سردی کا اتنا خیال رکھتیں کہ ذرا
ٹھنڈ ہوئی اور انہوں نے گرم کپڑا پہنایا۔ اس گھر میں تو قیامت تک اچھی نہیں ہوتی۔
بھلا وہ کھلی ہوئی ہوا یہاں کہاں سے مجھے تو یہ جیل خانہ معلوم ہو رہا ہے۔ گلی میں گھستے ہی وہ
بدبو آئی کہ خدا کی پناہ و تعجب آتا ہے کہ اگلے زمانہ میں لوگ کس طرح زندہ رہ سکتے تھے۔ یہ
تنگ گھر اور میلی کوٹھریاں جہاں اول تو ہوا کا گزر ہی نہیں اور ہے بھی تو میلی کچیلی گندی ہوا
اس میں اچھے تو تندرست آدمی بیمار پڑ جائے۔ بیمار تو کیا خاک اچھا ہوگا۔ جب ہی تو پہلے
کثرت اموات کا یہ حال تھا کہ مہینہ میں ہزار ادھر اس لئے مرتی تھیں کہ تازی ہوا ان کے لئے قطعی حرام تھی
میری اچھی بہن خدا نے تمہاری جان بچالی۔ سب کچھ پھر پایا۔ تمہارا اپنا پھر ہمیشہ کا کمزور رہا

اکرم۔ لیجئے پہلے عقل کی باتوں والا پرچہ پڑھ لیجئے۔

سوال۔ عقل کی چار باتیں لکھو جو الگ الگ صفحے کی ہوں۔

دیکھئے میں نے اس کے یہ جواب لکھے ہیں۔

۱۔ خداوند کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے ظاہری صفائی سے کچھ نہیں ہوتا جبتک دل صاف نہ ہو۔

۲۔ بہت سے جادوگر دنیا میں ایسے پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے شعبدوں سے لوگوں کو دھوکے میں ڈالا اور بعض نے نبوت کا دعوےٰ کیا۔

۳۔ جن لوگوں نے تلوار کے زور سے یا لوٹ مار کے بھروسہ پر اپنے دعوے منوائے اُن کا مذہب پائیدار نہیں۔

۴۔ مرنے کے بعد اے خداوند تیرے باغوں میں وہ آرام کریں گے جنہوں نے دنیا میں تیری پرستش کی۔

باپ۔ بہت ٹھیک چاروں باتیں تم نے خوب لکھیں۔ یہ تمہاری کتاب میں موجود ہیں اور اس میں تم اول نمبر کی پاس ہوگی۔ اب دوسرا پرچہ سناؤ کاہے کا ہے۔

اکرم۔ دوسرا پرچہ تاریخ کا ہے۔ صرف دو سوال تھے۔ زہرہ کی بابت تم کیا جانتی ہو۔ پاربتی کیسی عورت تھی؟ پاربتی کے حالات اچھی طرح تو یاد نہ تھے۔ ہاں زہرہ کے حالات میں نے خوب لکھے ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ مجھے اس کے بیان سے ہمدردی ہے۔ کہئے تو کچھ سنا دوں۔

باپ۔ ہاں ضرور۔

اکرم۔ اس کا پورا قصہ تو بڑا ہے مگر جو کچھ لکھ آئی ہوں اس کا خلاصہ آپ کو سنا دیتی ہوں۔ سنئے زہرہ شمالی ہندوستان کے ایک مشہور تاجر کی لڑکی نہایت خوبصورت اور سلیقہ شعار تھی۔ جب وہ پانچ سال کی ہوئی تو ماں باپ کو اس کی تعلیم کا فکر ہوا۔ پڑوس میں ایک اندھی استانی رہتی تھی جس کے ٹوٹے پھوٹے گھر میں میلے کچیلے ٹاٹ پر محلہ کی چار پانچ لڑکیاں

پڑھایا کرتی تھیں۔ ان میں ایک لڑکی کو کھجلی کا مرض تھا۔ زہرہ یہاں بٹھا دی گئی۔ مہینہ ہی بھر میں
بیمار پڑ گئی اور کھجلی لگ گئی۔ ماں باپ نے بہت علاج کئے مگر کوئی صورت فائدہ کی نظر نہ آئی
بپٹسٹ مشن کی ایک مائی مس سلیم تھیں جو دن رات انسانی خدمت میں مصروف رہتی تھیں گھومتی
پھرتی یہاں بھی پہنچیں اور مرض کی تہ کو سمجھ کر لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے گئیں۔ ماں باپ ان کے احسانات
کے بہت ممنون تھے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے جو مشن کی تعلیم یافتہ تھیں باوجود مرض متعدی ہونے کے اپنی
تکلیف کی پرواہ نہ کی اور تن دہی سے علاج شروع کر دیا۔ زہرہ تھوڑے روز میں اچھی ہو گئی اور یہ
مشن میں بٹھا دی گئی جہاں اس نے نہایت شوق اور محنت سے تعلیم حاصل کی وہ امتحانوں میں ہمیشہ
اول پاس ہوئی اور اپنی غربت اور خوش خلقی سے اس نے بڑی مس صاحب کے دل کو ایسا فتح کیا
کہ وہ ہر وقت اس کو اپنے پاس رکھتی تھیں۔ جب اس کی شادی کا وقت آیا تو بڑی مس صاحبہ
نے نہایت تزک و احتشام سے اس کو مشن سے رخصت کیا اور وداع کے روز اس کو نہایت
قیمتی نصیحتیں کیں۔ افسوس اس کا ہے کہ ایسی خوبصورت تعلیم یافتہ لڑکی جس سے بہت کچھ امیدیں
لگی ہوئی تھیں نہایت ناخوش قسمت نکلی اس کا شوہر چونکہ مسلمان تھا اس نے ایک اور بیوی کر لی
یہ صدمہ زہرہ کے دل پر ایسا بیٹھا کہ وہ زیادہ زندہ نہ رہ سکی اور نامراد دنیا سے اٹھ گئی۔
پاپا۔ تمہارا پاس ہونا یقینی ہے اور ضرور تم کو انعام ملیگا۔ دوسرا پرچہ کس مضمون کا تھا۔
اکرم۔ خوشخطی یا وہ ان ہی دو پرچوں کی تحریر سے دیکھی جائے گی۔
پاپا۔ بس تو اب تم بے فکر ہو گئیں۔ کے روز کی چھٹیاں ہوئیں۔
اکرم۔ سکول ایک ہفتہ کے واسطے بند ہو گیا۔ مگر آج شام کو مس صاحب سب لڑکیوں کو
لیکر آؤٹنگ کو جائیں گی۔ ٹینس آج نہ ہوگا۔ ہاں کل البتہ میچ ہوگا وہ دیکھنے کے قابل ہوگا۔
خدا کرے ہم لوگ جیتیں۔

(۱۱)

"کل جمعہ ایک مس فرے کی خوشی میں ہے۔ پوشیدہ پارٹی غریبانہ ہے پیا لو تشریف فرمائیں گی

آپ سے درخواست ہے کہ براہ عنایت ۴ ½ بجے تشریف لا کر اس پارٹی میں شریک ہوں اور ہماری عزت افزائی فرمائیں۔" مشرف جہاں بیگم

مس صاحب کی تشریف آوری اور پارٹی کی خوشی میں دونوں بیٹیوں اور بیگم صاحب کو رات بھر نیند نہ آئی۔ علی الصباح تینوں اُٹھ بیٹھے ماں بیٹیاں اندر کے اور میر چھمن باہر کے انتظام میں مصروف ہوئے۔ دو بجے سے پہلے ڈرائنگ روم سج سجا کر طیار ہو گیا۔ رنگ برنگ کے پھول قسم قسم کے گملے طرح طرح کی بیلیں کمرہ کی رونق بڑھا رہی تھیں دروازہ پر ویلکم سرخ تند پر خوبصورتی سے لگایا گیا اور تین بجے سے ڈولیاں اُترنی شروع ہو گئیں وقت مقررہ پر مس صاحب تشریف لائیں اور کھانا پینا شروع ہو گیا۔ دو ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک بیوی میلا سا برقع اوڑھے گھر میں داخل ہوئیں۔ اکرم سمجھی کوئی ماما ہے مگر وہ بیگمیت برقع آدر ماتھے ہی اوڑھے کھونسڑا جوتیوں سے سپڑ سپڑ کرتی آگے آئیں اور اندر پہنچ کر زور سے سلام علیک کہکر کرسی کا ہٹا اس پر بیٹھ گئیں۔ کرسی اس طرح واقع ہوئی تھی کہ بیچ میں برقع والی سیدھے ہاتھ پر اکرم اور الٹی طرف مس صاحب ان بیوی کو دیکھکر جلسہ کی خوشی اور مس صاحب کی فرحت سب بھول بھلا اکرم زمین میں گڑ گئی۔ دو چار لمحہ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ کہنے لگی آپ کے برقع میں سے بو آ رہی ہے اس کو اُتار دیجئے۔

برقع والی۔ تمہارے اس گردن کے پٹے میں سے بساند آ رہی ہے اس کو نہیں اُتار کر پھینک دیتیں۔

اکرم۔ آپ ادھر آ کر اس کرسی پر بیٹھ جائیے مس صاحب کے پاس سے ہٹ جائیے۔

برقع والی۔ ان ہی کو کیوں نہ ہٹا دو۔

اکرم۔ ممکن ہے مس صاحب کو آپ کا بیٹھنا ناگوار ہو۔

برقع والی۔ اور مجھے بھی کب ان کا بیٹھنا پسند ہے۔

اکرم۔ آپ اپنی حیثیت پر نظر ڈالیئے۔

برقع والی۔ تم اپنی صورت پر غور کرو۔
اکرم۔ آپ کو بلایا کس نے۔
برقع والی۔ مشرف جہاں بے غیرت نے۔
اکرم۔ آپ کا نام۔
برقع والی۔ آپ کو اس سے کیا کام۔
اکرم۔ آپ نے آج کا جلسہ منغض کر دیا۔
برقع والی۔ تم نے گھر بلا کر میری سخت توہین کی۔
مشرف۔ بوا فضل النسا تم میرے پاس آ جاؤ۔
فضل النسا۔ نہیں بیوی میں گھر جاتی ہوں۔ برقع کہیں نکلتی ہی نہیں جب سے کارخانہ میں آگ لگی سب جگہ کا جانا ہی چھوڑ دیا تم کو دیکھے آٹھ تو برس ہو گئے تھے تمہارا رقعہ گیا چلی آئی۔ تقدیر کی بے عزتی تھی اتنی بیویوں میں ہو گئی۔ طیش میں آ کر اُٹھتی تھیں کہ برقع پاؤں میں اٹکا اور دھڑام سے مس صاحب پر گریں اور اس زور سے ٹکر ہوئی کہ مس صاحب بھی سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔
اکرم۔ دیکھئے مس صاحب کے کیسی چوٹ آئی ہے۔
فضل۔ اُن کے کیا خاک لگی۔ لگی میرے ہے کہ سر جھنجھنا گیا بجلی سی چمک گئی وہ تو مسی کے چپ ہو گئیں۔ یہاں موت کا مزہ آ گیا۔
فضل النسا کا گرنا تھا کہ کتا جو مس صاحب کے پاؤں میں لیٹا تھا بھونکتا ہوا اُٹھا۔ کتے کا بھونکنا تھا کہ فضل النسا چیخ مار کر پیچھے ہٹیں اور اس زور سے میز پر گریں کہ ٹانگیں سب دیکھتا منھ پر اور برتن نیچے۔

(۱۴)

قدرت نے مرد اور عورت دونوں کو برابر پیدا کیا پیدائش کے وقت جو دو ہاتھ پاؤں

جو آنکھ ناک لڑکے کی ہوتی ہے وہی لڑکی کی، مگر مردوں کا ظلم اس سے زیادہ کیا ہوسکتا کہ انہوں نے عورت کو عضو معطل بنا کر گھر میں قید کر دیا گویا یہ خوبصورت منظر اور قدرت کی دستکاری صرف مردوں ہی کے واسطے ہے عورت کا اس کو دیکھنا حرام ہے یہ صرف اسی لئے بنائی گئی ہے کہ مرد کی نگرانی میں رہے اس کی روٹی پکائے اور گھر کے کام دھندے میں مصروف رہے۔

مشرف جہاں ۔ بیٹی اب تو یہ زمانہ آیا ہے ایسے نیک ہو گئے کہ ہم آزادی سے سیر و تفریح تو کر لیں باقی سارے جہان کے مرد کیوں ہماری عورتوں پر ظلم کرنے لگے۔ اپنے ابا ہی کو دیکھ لو ساری دنیا میں تحریکیں کئے ہیں مرد تو یہ چاہتے ہیں کہ عورتوں پر سختی نہ ظلم ہو بلکہ اور یہ ہوں بات کریں۔ تمہارے دادا ایسے نیک نہ ہوں گے مگر تمہاری دادی کہاں تک جاتی تھیں کہ وہ قدم تو ان سے پیچھے چلی جائیں ۔

اکرم ۔ اماں جان ذرا اس پھول کو تو دیکھو واہ واہ کیا تیری قدرت ہے پانچ رنگ ہیں لال ہرا کالا کالے میں سفید اور دیکھئے سفید میں لال اور لال میں پیلا ۔

مشرف جہاں ۔ سبحان اللہ کس کس چیز کو دیکھ کر دل خوش کریں سامنے دیکھو شفق پھول رہی ہے بادلوں پر کیا رنگ چھایا ہے واہ واہ ۔

اکرم ۔ اماں جان کیا دادی اماں بھی کبھی سیر کو نہیں جاتی تھیں وہ ہمیشہ قیدی ہی رہیں ۔

مشرف ۔ ہاں تمہارے دادا پردے کے ایسے پابند تھے کہ مہر تو کجا گھبرا جاتا تھا وہ تو یہ سمجھ لگاتے تھے کہ عورت کی نظر کسی مرد پر نہ پڑے۔ ڈولی کے پردے پہ ایک اور چادر لپیٹی جاتی تھی اور کہیں آنا جانا ہوتا تھا تو جانا کیا ایک مصیبت ہوتی تھی ۔

اکرم ۔ دادی اماں بارہ مہینے بیمار رہتی ہوں گی ۔ لیجئے وہ مس صاحبہ بھی آگئیں ۔

دل مشرف جہاں بیگم ۔ آپ کو مبارک ہو خدا نے فضل فرمایا ایسی اچھی جگہ ہے آپ صبح و شام کے وقت ذرا یہاں آیا کیجئے آپ کی سانس کا مرض صرف آپ کے ہر وقت گھٹے رہنے سے ہوا۔ اگر آپ تازی ہوا کھائیں گی تو بہت جلد آپ کو آرام ہو جائیگا ۔

خیال آتے ہی خیال نے ارادے کی صورت اختیار کی اور ارادہ تھوڑی دیر میں مصمم ہو گیا لیکن
کبھی منا سکتے تھے۔ عید کا مہینہ تھا سیدھی بڑی بہن کے یہاں گئی اور ساری رام کہانی جا سنائی
بہن رشتہ اور عمر ہی میں بڑی نہ تھی عقل اور سمجھ میں کہ رکھاؤ میں بات چیت میں ملنے جلنے میں
باپ کا نام زندہ اور خاندانی جوہر روشن کر رہی تھی جس دن سے آمنہ کی وجہ اور جس وقت سے بہن پر رانڈ
ہوئی تو جب تک سینہ سے لگائے رہی جب موقع ہوا اور جیسی ضرورت پیش آئی ہر طرح بہن کے ساتھ
لگی لپٹی رہی۔ اس وقت جو بہن نے اپنی داستان مصیبت سنائی اور ہجرت کا خیال ظاہر کیا
تو اس کا بھی دل بھر آیا رونے لگی اور کہا بہن جو کچھ کہتی ہو سچ ہے اچھن اس قابل ہوتا تو رونا
ہی کیا تھا۔ مگر خدا نے اس کی مت ہی الٹ دی آنا کیسا سوچا کر ان بہنوں نے ترکے۔ وہ تمہ
سب پر لعنت بھیجی لاؤ میٹھی زبان سے بات تو کر لوں اس سے تو اب کوئی توقع ہی فضول ہے۔
میں جس طرح کہو حاضر ہوں نانا جان کے کا روپیہ میرے پاس رکھا ہے تم شوق سے لو اور
چلی جاؤ۔ مگر رضیہ پردیس میں اکیلی وہ کس طرح زندگی گزارو گی لاکھ گھر سے دور ہو گی مگر پھر بھی ہم
سال ہزاروں آدمی شہر سے آتے جاتے ہیں کیا خبر کوئی کیا کہے اور باپ دادا کی جس عزت
کو کلیجے سے لگائے اب تک بیٹھی ہو اس پر دھبہ نہ پڑ جائے پرسوں میں حضرت صاحب کی خدمت
میں حاضر ہوئی تھی۔ فرما رہے تھے شہر میں مشنریوں کا بہت زور ہو گیا ہے۔ خدا نے ان کو روپیہ دیا ہے
اپنے کام کر رہے ہیں گھروں میں عورتیں اور باہر مرد چھوٹے ہوئے ہیں باتوں ہی باتوں
میں اپنے مذہب کا رنگ چڑھانا اُن کا مقصد ہے جہاں جیسا موقع دیکھتے ہیں ویسا کام
کرتے ہیں غریبوں کو روپیہ کی مار دیں فقیروں کو روٹیاں کھلائیں بیماروں کی تیمار داری
امیروں کی ناز برداری غرض کسی طرح اپنا مطلب پورا کر لیں سینکڑوں کم بخت دنیا کے اسی چکر میں
پڑ کر مذہب کو سلام کہہ بیٹھے اور مسلمانوں کی اولاد آج نماز کے وقت شرک اور کفر کے کلمے پڑھ
رہی ہے اس وقت اشد ضرورت ہے کہ مسلمان پڑھی لکھی بیویاں سب کاموں کو چھوڑ کر ادھر
توجہ کریں اور دیکھیں کہ دشمن اُن کے ساتھ کیا کر رہے ہیں اخباروں میں آئے دن کچھ

تھے دیکھ لو عدالت دیوانی روز نت نئے مقدمے سن لو مرد اس معاملہ میں بیگناہ ہیں لیکن عورتیں جو
مسلمان ہونے کا دعویٰ کر رہی ہیں میدان حشر میں ضرور پکڑی جائیں گی کہ ایسی مصیبت کے
وقت اور نازک موقع پر کہ ہندو تیزی اپنی بہنوں امت محمدیہ کو غیروں کے چنگل سے نہ بچایا تعلیم
نسواں کی ضرورت روز بروز مسلم ہوتی جا رہی ہے اور جب تک مدرسوں کے معقول انتظام ہوں پڑھی
لکھی بیویوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے محلہ کی لڑکیوں کو مشنریوں سے بچائیں جو اس ضرورت کو پورا
کرنے کی آڑ میں اپنی اصلی ضرورت پوری کر رہے ہیں یہ خیال یقیناً لغو اور پوچ ہے کہ مسلمان
ان مدرسوں کو چھوڑ کر پھر بھی اپنی لڑکیوں کو وہیں بھیجیں گے۔ کیونکہ مسلمان ہندوستانیاں اتنی
قابل اور پڑھی لکھی نہیں ہوتیں جتنی مشن کی اس لئے جو لوگ زیادہ تعلیم کے خواہشمند ہیں وہ
ایسے مدرسوں کو معمولی مکتب سمجھ کر اس طرف ملتفت نہ ہوں گے مگر تجربہ آج تک یہی بتا رہا ہے
کہ جو ایسی خواہش رکھتے ہیں وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ اس وقت قوم میں جو بہتر سے
بہتر پڑھی لکھی بیوی ہوں گی وہ بھی صرف اتنی ہی نکلیں گی کہ اخبار رسالہ پڑھ لیں
اور ٹوٹا پھوٹا خط لکھ لیں اگر ساری قوم میں دس بیس یا سو پچاس اس سے زیادہ ہو گئیں
تو ان کا ذکر فضول ہے ایسی حالت میں کہ مشن کی تعلیم کا نتیجہ ہی اور یہ ظاہر ہے کہ زیادہ نتیجہ کے اس
وقت لوگ خواہشمند ہی نہیں ہیں کیونکہ ڈگری یافتہ لڑکیاں نہ عام طور پر موجود ہیں نہ
مشن سے میسر آتی ہیں تو ان کی ضرورت ہی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان ایسے مدارس کو جہاں
ان کے پاک مذہب کی بھی ان کی ضرورت کے ساتھ ہی تلقین ہو نظر انداز کر دیں اور اس تعلیم سے
اس تعلیم کو افضل سمجھیں جہاں تعلیم اتنی ہی ہو مگر وہاں مذہب کی طرف سے لاپروائی پردہ ہی
پردہ میں پیدا کی جائے۔ مسلمان بیویاں جو پڑھی لکھی ہیں اس کی جواب دہ ہوں گی اور ان کو
کبھی نہ کبھی خدا کو بھی منہ دکھانا ہے اور اگر اس وقت ان کا یہ کہنا کسر شان ہو کیونکہ وہ ہشیار
سمجھدار اور مالدار ہیں لیکن وہ دل میں ضرور بالضرور شفاعت محمدی کی امیدوار ہیں ذرا
وہ سمجھیں اور سوچیں کہ ان کی یہ امید کہاں تک پوری ہونے کے قابل ہے انہوں نے محمد ﷺ

(روحی فداہ) کی امت کے ساتھ جو کچھ کیا وہ یہ ہے کہ اُن کی آنکھوں کے سامنے مسلمان لڑکیاں دائرہ اسلام سے نکلیں اور اُن کے کانوں پر جوں نہ چلی۔

رضیہ بہن میں نے تو جب سے یہ سنا ہے میرے تو اوسان اُڑے جا رہے ہیں یہ بچیاں دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گی۔ میرا خیال ہے کہ تم خدا کے اس کام کا بیڑا اُٹھاؤ۔ یہ تم پر فرض ہے ورنہ جانو گی تو خدا ناخوش ہوگا۔ قرآن تم نے پڑھا حدیث کی ایک آدھ کتاب تم نے دیکھی اُردو فارسی تم کو آتی ہے حساب تھوڑا بہت تم جانتی ہو۔ اگر اس فیض کو جاری کرو تو اس سے بہتر کام اس وقت تمہارے واسطے کوئی نہیں۔ اس محلہ کی ساری لڑکیاں تمہارے پاس اپنی بچیوں کی بہبود کا۔ خدا کوئی سبب پیدا کرے یہی روپیہ جو حج کے واسطے رکھا ہے تم اس کام میں صرف کرو۔ میرا اپنا مکان انجمن سے آگے بڑھ کر خالی پڑا ہوا ہے آج ہی ٹھیک کروا دیتی ہوں تم بسم اللہ کرو۔

رضیہ۔ اگر آپ کی صلاح یہی ہے تو مجھے اس کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ دنیا کی تو مجھے اب کچھ پرواہ نہیں آخرت کا خیال ہے کہ کسی طرح وہاں کی اچھی گزر جائے۔ مجھے تو خدا کی خدمت کرنی ہے کہ جنت اللہ میں نہ کی یہاں کی۔ جب حضرت صاحب نے یہاں تک فرما دیا تو میں ہر طرح حاضر ہوں۔

(۱۴)

اکرم۔ بڑی بی میں آپ کی گفتگو کا مطلب بالکل نہ سمجھ سکی۔ ایسے میری صورت پر کیا زوال لگے ہوئے ہیں کہ ایک شخص دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو گیا۔ میں اس کے ساتھ بھلا کیا کر سکتی ہوں۔ اگر وہ بی۔ اے ہیں تو خود معقول آدمی ہوں گے ان کو مجھ سے ایسی توقع نہ رکھنی چاہئے جو نامعقول ہو۔

بڑھیا۔ مس صاحبہ وقت کی بات ہے۔ آپ اسی پارک میں ٹہل رہی تھیں اور وہ ادھر سے چلے جاتے تھے اُن کی شادی کے پیغام آئے ہیں تین بیوں لڑکیوں کی طرف سے قدرت آئی ہیں اور ہو گئی ہیں لڑکیاں نہیں یا پسند تھے والد اُن کے ڈپٹی۔ وہ بڑی لاکھ کی جائیداد روپیہ کی ریل پیل مگر

اس لڑکے نے کہیں ہاں ہی نہ کی۔ اماں کو ارمان ہے کہ اپنے سامنے اس کی دلہن بیاہ لاؤں۔ مگر راضی ہی نہ ہوا۔ جب سے آپ کو دیکھا ہے اس وقت سے یہ حال ہے کہ دیوانوں کی طرح چاروں طرف پھرتے ہیں۔ میں ان کی کھلائی ہوں۔ بیگم خانساماں سب تنگ ہیں کہ یہ ہوا کیا۔ مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ دن میں تین تین پھیرے ڈاکٹر کے ہوتے ہیں۔ میں نے جب آج اتنا کہا سُنا تو مجھ سے کھلے۔

اکرم۔ اُن کو براہ راست میرے والدین سے اس معاملہ میں گفتگو کرنی چاہیئے۔ میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں اس معاملہ میں اپنی مرضی کی مختار نہیں ہوں۔

بڑھیا۔ وہ یہ کہہ رہے تھے (جب میں نے آج اُن سے بہت کہا کہ میاں تین وقت ہو گئے خدا کے واسطے تم دو ایک نوالے تو کھا لو) کہ انّا اگر ایک دفعہ وہ چاند سی صورت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اکرم۔ نہیں نہیں۔ یہ بہت نامناسب ہے۔ اس کے علاوہ مس صاحب کبھی اس کو پسند نہیں کرتیں۔ گو انہوں نے ایک دفعہ کورٹ شپ کے متعلق کچھ باتیں بتائی تھیں مگر نہیں۔ نہیں نامناسب۔

بڑھیا۔ مس صاحب میں تو کچھ عرض نہیں کر سکتی۔ اس وقت ایک جان آپ کے قبضہ میں ہے۔ آپ چاہے جلا دیجئے یا مار دیجئے۔ یہ تو میں جانتی ہوں کہ آج کل لڑکوں کا کال ہے۔ لڑکے ملتے ہی نہیں اور پھر ایسا ہیرا۔ آپ کے والدین تو فوراً راضی ہو جائیں گے۔ مگر اول تو بہت دن لگیں گے۔ دوسرے وہ انگریزی طریقے سے کرنا چاہتے ہیں کہ لڑکا لڑکی کو اور لڑکی لڑکے کو پسند کرے۔ آپ جس وقت گھر جانے لگیں صرف لمحہ بھر کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اکرم۔ میں اس کا وعدہ نہیں کر سکتی۔ ذرا مجھے اس معاملہ پر غور کرنے کی مہلت دیجئے۔

بڑھیا۔ آپ کا اختیار ہے۔ ایک شخص کی زندگی و موت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمائیے۔

مس اکرم (پڑھتی ہے)۔ میں خوش ہوں کہ میری تقدیر کا فیصلہ اس شخص کے ہاتھ میں ہے جس کو قدرت نے صورت غیر معمولی حسن ہی نہیں بلکہ زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور جس کے پہلو میں ایک رحیم دل ہے۔

فرمانبردار حامد

اکرم۔ آپ مجھ سے پھر کسی وقت ملیئے۔ میں اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتی۔

بڑھیا۔ اگر آپ کسی اکلوتے بچے کی موت نہیں چاہتیں تو اتنا رحم کیجئے کہ اپنی ایک تصویر۔۔۔۔

اکرم۔ تصویر میری موجود ہے اور مجھے اس کے دینے میں عذر نہیں مگر مجھے اس معاملہ پر غور ضرور کرنے دیجئے۔

بڑھیا۔ مس صاحبہ! اللہ کے واسطے ایسی ستم نہ ڈھائیے جب تک آپ غور کریں گی اس وقت تک اس بدنصیب کا خاتمہ ہو جائیگا۔ تصویر کے دینے میں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اکرم۔ ہاں مضائقہ تو نہیں مگر تم اس قدر اصرار کیوں کرتی ہو۔

بڑھیا۔ بیوی تین وقت سے اڑکر دانہ منہ میں نہیں گیا۔ نہ معلوم نام بھی کہاں سے معلوم ہو گیا۔ بس ہر وقت مس اکرم کی تسبیح ہے۔ بلا سے تصویر لیجاؤنگی تو اسی بہانے کچھ کھلا تو دونگی۔

اکرم۔ ان لوگوں کی ذات کیا ہے؟

بڑھیا۔ اصل نسل سید

مس اکرم۔ اچھا چلیئے میں آپ کو اپنی تصویر دیتی ہوں۔

بڑھیا۔ اللہ بچی! دودھوں نہائے اور پوتوں پھلے۔ جیتی رہی تو دکھا دوں گی لو میا کرے گا۔ لیجئے مجھ سے بھی یہ تصویر لیجئے۔

اکرم۔ میں اس کا کیا کروں گی۔

(۱۵)

رضیہ کا خاندانی اعزاز ایسا نہ تھا کہ شرفا اپنی بیٹیوں کو اس کے پاس بھیجنے میں تامل کرتے شہرت نیز مشہور ہوئی تھی کہ لڑکیاں آنی شروع ہو گئیں۔ ابتدائی حالت میں مدرسہ کی ترقی اور شہرت کے واسطے جن باتوں کی ضرورت تھی وہ سب رضیہ کی ذات میں موجود تھیں بعض بچیاں کلام مجید پڑھنا چاہتیں ان کو کلام مجید پڑھاتی جو اردو کی شوقین تھیں ان کو اردو پڑھاتی صبح سے شام تک اسی میں صرف ہوتی صرف نماز اور کھانے کے واسطے تو البتہ

کچھ وقت لیتی تھی مستورات کے گیارہ بارہ بجے تک اسی دھندے میں لپٹی رہتی۔ رفیہ کی یہ توجہ دیکھکر بعض متمول مسلمان بھی اس کے کاموں میں شریک ہو گئے اور تعلیم کے وظیفے مقرر کر دیئے۔ مسلمانوں کی حالت عام طور پر جیسی ہے ویسی ہی اس محلہ میں بھی تھی کھاتے پیتے گھر دو چار ہی تھے۔ ورنہ کوئی مفلس تھا کوئی بیمار کوئی مجبور تھا کوئی لاچار۔ رفیہ نے غریبوں کے علاوہ ایک یہ بھی خاص اہتمام کیا کہ جس قدر یتیم بچیاں اس کو مل سکتی تھیں اور جن کی بابت احتمال تھا کہ وہ مشنریوں کے قبضہ میں پہنچ جائیں ان کو اپنی نگرانی میں لیا اور مدرسہ سے ملحق ایک یتیم خانہ قائم کر دیا۔ ان بچیوں کے ساتھ رفیہ اس شفقت اور محبت سے پیش آتی کہ وہ چند ہی روز میں ماں باپوں کو بھول گئیں اور سمجھیں کہ خدا نے ایک باپ اور ایک ماں لیکر دونوں کی محبت صرف ایک عورت میں امانت رکھدی ہے۔ یہ ہمارے واسطے فرشتہ رحمت ہے جس کی وجہ سے ہماری زندگی سنور گئی۔

افسوس اس کا ہے کہ میر حسین نے ادھر تو بہت کی یہ کارروائی باعث ننگ و عار سمجھی اور لوگوں کی شہرت بھی کچھ ناگوار ہوئی اور ان سب پر طرہ مرصاحب کی ترغیب تھی کہ انہوں نے صاف کہدیا کہ جب تک آپ لوگ جن کا شہر میں اثر ہے ہمکو مدد نہ دیں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آپکا فرض ہے کہ آپ ان ذلیل مکتبوں کے پھندے سے نکالکر لڑکیوں کو مشن میں بھیجیں"

ریاست میرپور سے ٹرسٹ ہونے کی تحریک پر یتیم خانے کو ایک معقول وظیفے کی امید بندھی ہوئی تھی۔ والی ریاست ایک دیندار بخیر شخص تھا۔ میر صاحب کا نام سنکر بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ ان کے صاحبزادے میر حسین کو طلب کرو۔ میر حسین پہنچے تو بجائے اس کے کہ مدرسہ کے واسطے کوئی کلمہ خیر کہتے بجائے ہی ماردی اور کہدیا کہ مدرسہ کیا ایک چھوٹا سا مکتب ہے محلہ کی دو ایک لڑکیاں گھر کے کام دہندے سے فارغ ہو کر دس گیارہ بجے چلی جاتی ہیں کیا میری بہن نے بیٹھے دل بہلانے کا ایک مشغلہ کر رکھا ہے کہ جی نہ گھبرائے مدد کی ضرورت نہیں"

رئیس کو کیا ضرورت تھی کہ یہ سنکر زیادہ تگ و دو کرتا خاموش ہو گیا۔ مدرسہ کا خرچ سو روپے سے
اوپر تھا۔ آمدنی ستر روپے کے قریب تھی جس طرح ہوتا رضیہ اور اس کی بڑی بہن مہینہ پورا کرتیں
اُن کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ظالم اچھن نے تمام امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور ایمان کی
بات یہ ہے خبر ہوتی بھی تو کیا کر لیتیں۔ اب تک کیا کر لیا جو آگے کچھ کرتیں۔

یہ خیال کہ رضیہ کے مدرسہ میں بھی ایک تعلیم عام کہ سیپارے اور کریما نامہ تک محدود تھی
قطعی غلط ہے اس کا مقصد لڑکیوں کی تعلیم سے "خذ ما صفا دع ما کدر" تھا لیکن اس کی
بڑی کوشش یہ تھی کہ لڑکیاں اس طرح تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہوں کہ ان کا سینہ نور
اسلام سے روشن اور زیور اسلام سے جگمگا رہا ہو۔ وہ ایک دن لڑکیوں کو تازہ ہوا کے متعلق
سبق دے رہی تھی جس کا خلاصہ یہ تھا۔

اس سے انکار کرنا یقیناً غلطی ہے کہ تازہ ہوا صحت جسمانی کے لئے نہایت ضروری ہے
لیکن جیسا کہ تم کل سن چکی ہو مسلمان عورت کے واسطے پردہ بھی جزو مذہب ہے لیکن اس کے
یہ معنی نہ ہوں گے کہ مسلمان عورتیں پردہ کی وجہ سے تازہ ہوا سے قطعاً محروم کر دی گئیں
بعض کوتاہ بیں نظریں اس نتیجہ پر پہنچتی ہیں لیکن یہ اُن کی صریحی غلطی ہے جیسے پہلا خیال اس
سلسلہ میں عورت کو صفائی کا ہے۔ اگر اس کا گھر آلائش سے پاک اور گندگی سے محفوظ صاف
ستھرا ہوگا تو ظاہر ہے کہ اس گھر کی ہوا خراب ہونے پائے گی اور اگر گھر کی ہوا خراب ہوگی
تو خرابی ہوا کا الزام جو ہمارے گھروں پر کہا جاتا ہے آسانی سے دور ہو جائیگا۔ یہ سب گھر
والیوں کے اختیار میں ہے وہ اگر ہوا کو صاف رکھنا چاہتی ہیں تو مکان کو صاف ستھرا
رکھیں اور گندگی سے اس طرح بچائیں کہ ہوا پر اس کا مطلق اثر نہ ہو۔

دوسرا سوال تازہ ہوا کا ہے جس کی آڑ میں بعض نوجوان نہایت بیباکی سے اسلام
پر حملے کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو قید کر کے تازہ ہوا سے محروم کر دیا۔
لیکن خدا کی خدائی وسیع ہے تازہ ہوا صرف اُسی جگہ کے واسطے محدود نہیں ہے جہاں تم

ہر وقت چلتے پھرتے اور آتے جاتے رہتے ہوں۔ عورتیں اس مقام پر جہاں مردوں کا گزر
نہ ہو شوق سے آئیں جائیں ان کو نہ مذہب روکتا ہے نہ عقل۔ مگر ایک سوال پیدا ہوگا کہ اگر
پردہ نہ ہوتا تو مسلمان عورتیں قدرت کی اس نعمت سے محروم ہو کر گھروں میں اس طرح نہ پڑی
رہتیں کہ ان کے اعضائے جسمانی معطل ہو جائیں۔ سب سے پہلے اس سلسلہ میں عورت کے
کام کی تقسیم ضروری ہوگی اس کے بعد اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کے کاموں پر بھی تازہ ہوا سے
محروم رہنے کا اثر پڑتا ہے تو البتہ معترض کی شکایت درست ہوگی لیکن تجربہ کہتا ہے کہ ایسا
نہیں ہوتا اس کے بعد اس سوال کا جواب ہوگا کہ کیوں ایک عورت انسان ہو کر مناظر
قدرت کے مطالعہ سے محروم رہی اور کیوں تازہ ہوا اس پر حرام کر دی گئی۔

میں یہ بھی کہہ چکی ہوں کہ جہاں مرد نہ ہوں اور پردہ کی پوری احتیاط ہو وہاں عورت کے
جانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن پھر بھی یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مرد بآسانی دو قدم
اٹھا کر تازہ ہوا کھا سکتا ہے اور عورت کے واسطے اس قدر تکلف کیوں ہے میں اس کے
جواب میں یہ نہ کہوں گی کہ موت وقت مقررہ سے پہلے نہیں آتی بلکہ یہ کہوں گی کہ تازہ ہوا
کا اثر انسانی دماغ پر آنا ضروری نہیں ہے کہ اس کے ملنے سے بیمار چاق و چوبند اور نہ ملنے سے
تندرست بیمار ہو جائے۔ یہ البتہ محقق ہوا کے واسطے ضروری ہے جس پر مرد اور عورت دونوں
کی زندگی کا انحصار ہے۔ چونکہ پردہ اسلام کا فیصلہ تھا اور اسلام دین فطرت ہے اس لیے
اس نے وہ چیز جس پر زندگی منحصر تھی دونوں کے واسطے عام کر دی۔ ہوا اور تازہ ہوا میں
صرف اتنا ہی فرق ہے کہ گھر اور آراستہ گھر میں اس گھر میں بھی جہاں میز کرسی یا دریاں
چاندنیاں۔ قالین۔ غالیچے نہ ہوں آدمی بیٹھتے ہیں اور اس گھر میں بھی جہاں باغ اور
پھول تصویریں اور تکیے ہوں بہر حال انسان ہی رہتے ہیں زندگی دونوں کی ہے اس کی
زندگی صرف زندگی ہے اس کی زندگی خوشگوار زندگی ہے۔ عورت کے واسطے سب سے بڑا جوہر
اس کی عصمت ہے اور یہ وہ چیز ہے جس پر ملکوں کے خزانے بادشاہوں کی دولت اور تاج و تخت

کہتے تاج قربان ہیں اس کو اگر علانیہ مردوں سے میل جول کا موقع نہ دیا گیا کہ اس کا یہ انمول جوہر محفوظ رہے تو کیا قباحت ہے مسلمان باعصمت کا مردہ بیچا غیر مسلم عورتوں سے بدرجہا بہتر ہے۔

(۱۶)

کیوں آما جان۔ آپ ہمارے موجودہ نقائص پر اکثر بحث کرتی رہتی ہیں اس میں شک نہیں کہ آیا جان کے خیالات سے آپ کی طبیعت ماشاء اللہ نہایت صاف ہو گئی ہے اور اگر اسی طرح ہم سب اپنی خرابیوں و کمزوریوں کو سمجھنے لگیں تو بہت جلد قوم کی یہ بدتری دور ہو جائے لیکن شادی کے متعلق آپکا خیال کیا ہے یا مسلمانوں کا موجودہ رویہ آپ کی رائے میں قابل اطمینان ہے یا قابل ترمیم کل مس صاحب نے ہماری شادیوں کا بڑا مضحکہ اڑایا انکی رائے میں ایسی شادیاں جن میں دونوں ایک دوسرے سے قطعی اجنبی ہوں کھلی ہوئی خانہ بربادی ہے مشرف جہاں میرے خیال میں اگر دونوں ایک دوسرے کو پہلے سے دیکھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں اور یہ شادیاں تو اندھے کی بٹیر ہیں اسی لئے ہمارے یہاں ناموافقت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ بیچ والے تو زمین آسمان کے قلابے ملا کر کسی طرح راضی کر دیتے ہیں مگر جب نکاح ہو جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس دلہن کو خوبصورت بتایا جاتا تھا اس کا رنگ سیاہ ہے اور جس لڑکے کو خوبرو کہتے تھے وہ آبنوس کا کندہ ہے۔

اکرم۔ میں ایک مولوی صاحب کی کتاب اس مضمون پر دیکھ رہی تھی۔ پڑھ کر افسوس ہوا فرماتے ہیں۔

طرز جدید کی تعلیم نے جہاں مسلمانوں کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا وہاں اُنکے طریقہ شادی پر بھی لوگ منہ آتے ہیں۔ خدا کی شان چھوٹی بہن کہے بھی کس سے کہا اُمت پر تمام دنیا ہنستی ہے وہ اسلام کے سیدھے سادے مناسب و ضروری طریقہ نکاح کا تمسخر اڑاتے ہیں اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں نے اپنی غلطیوں سے جو خرابیاں اس میں پیدا کر لی ہیں وہ ضرور قابل اعتراض ہیں مگر اسلام انکا ذمہ دار نہیں کہا جاتا ہے کہ مسلمان زبردستی دو ناموافق

آدمیوں کو جو مزاج سے ناآشنا طبیعتوں سے بے خبر صورتوں سے لاعلم نکاح کی زنجیر میں
جکڑ دیتے ہیں لیکن یہ کہنا بہت ہی مضحکہ انگیز ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر دو نوعمر آدمیوں کو جو مرد
اور عورت کی صورت میں ہیں۔ موقع دیدیا جائے کہ وہ تنہائی میں اپنے معاملہ کو خود ہی
طے کرلیں تو ان کے جذبات کا دبنا کس قدر مشکل ہوگا۔ خصوصاً یہ خیال کہ یہ تو میری بیوی
بنے ہی گی اور یہ یقین کہ یہ تو میرا شوہر ہوئے ہی گا ان کے جذبات کو کتنی ترقی دے گا۔ قیمتی
سے مسلمان عورت کی عصمت کو دنیا کی ہر چیز سے قیمتی سمجھتے ہیں اور اچھی طرح مانتے ہیں
کہ ایک معصوم کنواری لڑکی کا ایک ارمان بھرے دل اور جذبات والے نوجوان کے مکر سے
بچنا بہت مشکل ہے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک بھولی بھالی لڑکی اپنے مستقبل کا فیصلہ
ہرگز ہرگز ہم سے بہتر نہیں کرسکتی وہ کیا سمجھ سکتی ہے کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے کہاں تک درست ہے ایسی
حالت میں انہوں نے یہ تمام بار اپنے ذمہ لیا اور حق شرع کو ہرگز ہرگز غصب نہیں کیا بلکہ کوئی
نکاح جب تک دونوں میاں بیوی رضامندی کا اظہار نہ کریں ہو نہیں سکتا۔ اس صورت
سے علیحدہ ہو کر ایک یہ رضامندی کے نکاح کا بار بھی مسلمانوں پر رکھا جاتا ہے ممکن ہے
کہ صحیح ہو اور ہم اس کو صحیح مان لیتے ہیں لیکن کسی شخص نے اگر اپنی لڑکی کی مرضی کے خلاف
اس کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا تو عام مسلمانوں یا اسلام کا اس سے واسطہ کیا۔
وہ اگر چوری کرے ڈاکہ دے تو یہ سب اس کے ذاتی فعل ہیں۔ اسلام یا مسلمان اس کے
افعال کے ذمہ دار نہیں۔

اکرم۔ بوبی اماں جان سنا۔ ان مولویوں نے سب سے زیادہ غضب ڈھایا ہے۔ اس تحریر میں کوئی
بات بھی آپ نے معقول دیکھی کس بری طرح دونوں کو پھنسا دیا اور پھر یہ جھوٹی سچی باتیں بنائیں۔

ماں۔ ارے بیٹا ان مولویوں سے خدا بچائے انہوں ہی نے تو ہماری مٹی پلید کی۔ کہ ہم کو کسی
کرم ہی کا نہ رکھا۔

اکرم۔ کبھی آپ نے شادی کے معاملہ میں ابا جان کے خیالات بھی معلوم کئے کہ وہ کیا فرماتے

ہیں۔

ماں۔ کئی دفعہ ذکر آچکا ہے اُن کی بھی یہی رائے ہے کہ میاں بیوی خود ہی ایک دوسرے کو پسند کریں۔

(۱۷)

پیاری بچیوں میں آج جو کچھ تم سے کہنا چاہتی ہوں وہ موجودہ ترقی کے متعلق ہے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ زمانہ بہت کچھ ترقی کر گیا اور زمانہ کے ساتھ لوگ بھی ترقی کر رہے ہیں۔ جہالت رفتہ رفتہ دور ہو رہی ہے علم کی روشنی نے سب کو جگمگا دیا اور وہ توہمات جو بعض اوقات شرک کی حدود میں داخل ہو جاتے تھے اب بہت کچھ کم ہو گئے ہیں۔ پرانی عورتوں اور اگلی بیویوں کی گھٹی میں جو خیالات پڑ چکے تھے وہ صریح نقصان رساں تھے چونکہ وہ زیور علم سے آراستہ نہ تھیں اس لئے زندگی کے کسی شعبہ میں ان کو پوری کامیابی حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ تربیت اولاد ناقص ہوتی تھی۔ گھر میلے کچیلے رہتے تھے۔ لباس ٹھیک نہ ہوتا تھا۔ معاملہ کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتی تھیں اور ان تمام باتوں کا کھلا ہوا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ میاں بیوی کی زندگی جیسی خوشگوار ہونی چاہیئے ویسی نہ ہوتی تھی ان کی دنیا صرف گھر کی چار دیواری تک محدود ہوتی تھی گرد و پیش سے بےخبر دوسروں کے خیالات نا آشنا اُن کو تنزل قوم سے تعلق ہوتا تھا نہ ترقی سے واسطہ اُن کا یقین صرف یہ ہوتا تھا کہ کونوں میں دبکی سکڑی پڑی رہ کر بچی سے جوان اور جوان سے بڑھیا ہو قبر میں پہنچ جائیں۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ہماری حالتوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا اور وہ جہالت جس نے کروڑوں برسوں ہم کو پابہ زنجیر رکھا ہم سے دور ہو رہی ہے۔ ہم علم حاصل کر رہی ہیں۔ نئی تہذیب ہمارے گھروں میں داخل ہو چکی ہے۔ تمدن جدید نے ہمارے تمام طریق تبدیل کر دیئے ہیں اخبار اور رسالوں کے ذریعہ سے ہم اپنی تمام قوم کی حالت سے آگاہ ہو رہی ہیں ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں اور کس جگہ وہ پیچیدہ صرف ہماری بدولت ہے جو قوم کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ہم خیرات اور

زکوٰۃ کے محل و مواقع کو سمجھنے لگے ہیں ہمارے گھرانے پرانے اور ذلیل گھروں کے مقابلہ میں بہت کچھ سنور گئے ہیں۔ ہماری طبیعتیں ان لغو توہمات سے پاک و صاف ہیں ہمارا لباس مناسب اور آرام دہ ہو گیا ہے۔ ہم بچوں کی تربیت کے ڈھنگ سیکھ گئے ہیں اور یہ گر کہ بچے جو کچھ سیکھتے ہیں وہ ماں کی گود سے اور جن سے وہ بیچاریاں بالکل ہی بے خبر تھیں ہم کو اچھی طرح معلوم ہو گیا موجودہ تہذیب و تمدن نے ہماری زندگیاں خوشگوار بنا دیں ہم سمجھ گئے کہ عورت کی زندگی کا اصلی مقصد کیا ہے ہم کو پتہ لگ گیا ہے کہ کس طرح ہماری زندگیاں وہ باتیں حاصل کر سکتی ہیں جو زندگی کو وبال جان ہونے کی بجائے دلچسپ اور آرام دہ بنا دیں۔

بچیو! تم نے ہر طرف سے یہی صدا سنی ہوگی جس کا خلاصہ میں نے بیان کیا۔ تم نے شادیوں میں اپنی ہم عمر لڑکیوں سے جلسوں میں پڑھی لکھی بیویوں سے اخباروں میں نامہ نگار بہنوں کی قلموں سے بارہا اس قسم کی باتیں دیکھی اور سنی ہوں گی اور اگر کچھ تعلیم یافتہ لڑکیاں زبان سے ایسی باتیں نہ بھی کریں تو خود ان کی حرکات و سکنات ان کا طریقہ بود و باش ان کا رہنا سہنا غرض ان کی زندگی کسی نہ کسی طرح ان خیالات کی تائید کرے گی وہ اپنی موجودہ تہذیب پر نازاں اور اس تمدن پر خوش ہیں کہ یہی وہ معراج ترقی ہے کہیں پرانی لکیر کے فقیر ہیں کہیں مرنے والیاں جاہل اور پھوہڑ اور کہیں اگلی بیویاں بیوقوف اور بے علم۔

مگر میری عزیز بچیو اور پیاری بہنو بیٹیو یہ ڈھکوسلے یہ خیال غلط یہ یقین افواہ اور یہ لغویات قطعاً فضول ہیں۔ میں آج اس بھرے مجمع میں علی الاعلان کہتی ہوں کہ مرنے والیاں خدا ان کو غریق رحمت کرے اسلام کا سچا نمونہ تھیں۔ عورت کی بہترین تصویر تھیں بیٹیاں بنکر لونڈیاں بہوئیں بنکر کنیزیں بیوی بنکر فرمانبردار اور گھر والی بنکر ایسی سلیقہ شعار ہوتی تھیں کہ ان کی جہالت پر ہماری تہذیب ان کے تنزل پر ہماری ترقی سو دفعہ قربان ہزار دفعہ قربان لاکھ دفعہ قربان۔

موجودہ ترقی اگر وہ ترقی کہی بھی جاتی ہے تو کھلا ہوا تنزل ہے۔ مذہب جو ہمارا اصلی تھا جس نے
ہم جانوروں کو انسان بنایا جس کی بدولت ہم نے دنیا میں راج کیے جس کے طفیل ایک جہان
میں ہمارا ڈنکا بجا آج ہم سے رخصت ہو چکا۔ تم میں سے جس کا جی چاہے اپنے گھر پر نظر ڈالے
اور دیکھ لے۔ نماز کی پابند کتنی بیویاں ہیں۔ خود تمہاری حالتیں اس ترقی اور تنزل کا جواب دینگی
رمضان المبارک کے مہینے میں اپنی مسلمان بہنوں کے چہرے نہ دیکھے ہوں تو اب اس غرض سے
دیکھنا کہ ترقی کرنے والی بہنوں نے مذہب کو کہاں تک اپنے دلوں میں جگہ دی یہ کڑکڑاتی
سردیاں جو آج پڑ رہی ہیں وہ ترقی یافتہ بہنوں کو گرم گرم بچھونوں سے نماز فجر کے واسطے
نہیں اٹھنے دیتیں نئی نہیں ہیں پہلے بھی پڑتی تھیں اور یہ چودہ ساڑھے چودہ گھنٹے کا
پہاڑ سا دن۔ لو کے جھکڑ اور گرمی کی گھڑیاں جو تعلیم یافتہ بیویوں کو روزے نہیں رکھنے
دیتیں انوکھی نہیں ہیں۔ دنیا ان سردی گرمیوں کو دیکھتی آئی ہے اور دیکھتی رہیگی ہم نے
وہ بیویاں دیکھی ہیں۔ دور کیوں جاؤں خود اپنا گھر دیکھا ہے میری ماں میری نانی میری خالائیں
پھوپیاں دادی۔ پچاس آدمیوں کا کنبہ تھا۔ وہ سب اس وقت دنیا سے اٹھ چکیں مگر ان کی
صورتیں میری آنکھ کے سامنے ہیں۔ جاڑوں میں جب بہرے ملا جی صبح کی اذان دیتے تھے تو سارا
گھر کلمہ پڑھتا ہوا اٹھ بیٹھتا تھا۔ بارہ سال کے بچے کی مجال نہ تھی کہ جی چرالے نماز کے بعد ہمارا
فرض تھا کہ ہم ایک ایک پارہ کلام مجید کا پڑھ کر دنیا کے کاموں میں مصروف ہوں رمضان المبارک
کا چاند جیسا اب آتا ہے پہلے بھی آتا تھا مگر آٹھ آٹھ دس دس دن پہلے اس کی تیاریاں ہوتی تھیں
گھر میں سامان بھر دیئے جاتے تھے افطار کے واسطے جس وقت سامان ہوتا تھا تو وہ لطف
آتا تھا کہ اب میسر نہیں۔ چار بجے پر سے چولھے سلگتے کڑاہیاں چڑھتیں پکوان پکتے۔ پہلی
سینی مسجد میں جاتی اور پھر ہم سب روزہ کھولتے زمانہ کی ترقی نے اپنے ساتھ ان لطفوں اور
برکتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اب نہ وہ سحری کے انتظام ہیں نہ افطار کی خوشیاں۔ میاں اچھن کیا
لاکھ تہذیب جدید کا اثر پڑ گیا اور انہوں نے کینچلی بدل لی مگر یہ اسی وقت کا صدقہ ہے

کہ آج بھی نماز روزہ ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ ہمارے گھر میں دن کا چولہا سلگنا حرام تھا۔ دودھ پیتے
بچوں تک کے لئے رات ہی سے انتظام ہو جاتا تھا۔ چھوٹے بچے وہی رات کا باسی اور بچا کھچا
کھائیں مگر دن کو آگ روشن نہ ہوگی۔ افطار کے وقت جو خوشیاں ہم کو نصیب ہوتی ہیں اور خدا نے
برتنے جو جو نعمتیں اس وقت عطا کی ہیں اس ترقی کی حالت میں وہ سماں انجاب میں بھی نظر
نہیں آتا۔ اس سال میں ایک عید آتی ہے مگر اس وقت ہر روز عید اور ہر رات شبرات تھی گھر
گھر سب کے الگ الگ۔ آمدنی اور خرچ جدا مگر دستر خوان سب کا ایک۔ جس وقت ہم کھانے سے
فارغ ہو کر خدا کا شکر ادا کرتے تھے تو ہمارے دل حقیقی مسرت سے لبریز ہو جاتے تھے۔ جو کچھ خدا
ہم کو اپنی عنایت سے دیتا تھا ناممکن تھا کہ اس میں ایک حصہ خدا کا نہ نکلے۔ مجھے اچھی
طرح یاد ہے کہ ایک موقع پر جب اماں جان مسجد میں کچھ بھیج رہی تھیں تو خالو جان نے فرمایا کہ آیا
آج کل لنگڑی امراء کے ہاں چندہ ہو رہا ہے ملا جی کو کچھ عید بنا۔ اماں جان ہنسیں اور کہا بھائی
جس مسجد کی اذان کان میں آتی ہے اس کا حق مقدم ہے امراء کے ہاں اور حصہ دیدیتی
ہوں۔ مگر ملا کا حق کیوں نہ دوں۔ میری پیاری بچیوں یاد رکھو اور یاد نہیں لکھ لو اور لکھ
رکھو کہ مذہب سے علیحدہ ہو کر کسی وقت اور کسی حال میں ترقی ممکن نہیں۔

یہ تو میں نے تم کو ایک چھوٹی سی بات نماز اور روزہ کے متعلق بتائی۔ اب تم اور باتوں
پر بھی نظر ڈالتا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اس زندگی میں کیا تھا اور اس زندگی میں کیا ہے۔
میں اب بھی مسلمانوں کے گھر دیکھتی ہوں اور آج سے تیس چالیس برس پہلے کے گھر بھی
میں نے دیکھے ہیں۔ میری عمر اس وقت پچاس برس کے قریب ہے "وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ
اے ذہن کی یہی پرکھ" میں نے وہ رنگ بھی دیکھے اور یہ ڈھنگ بھی دیکھ رہی ہوں۔ میری
میری رائے میں وہ گھر جن کو آج جہالت کدہ کہا جاتا ہے نمونہ جنت تھے اور یہ گھر جو رنگ
برنگ کے فرش فروش میز کرسیوں سے آراستہ پیراستہ ہیں ان میں اس آن بان کا
کوسوں بھی پتہ نہیں۔ پڑھی لکھی لڑکیاں جو تعلیم یافتہ کہلائی جاتی ہیں اور جو

اپنے تئیں پڑھا لکھا سمجھتی ہیں بارہ مہینے کی بیمار ہیں، ان کی روگی بیٹی تو جس کو دیکھو کھٹیا ہی
کاٹتی دیکھی۔ تنخواہ آتے دیر نہیں ہوئی کہ ڈاکٹر کا بل آموجود ہوا۔ مگر وہ اللہ کی بندیاں سچی تو
انسان ہوتی تھیں یہ نہیں کہ نہ بیمار ہوتی ہی تھیں، مگر بہت کم۔ اوّل تو وہ ایسی ویسی بیماری کو
خاطر ہی میں نہ لاتی تھیں۔ معمولی بخار جو آج کل ڈاکٹروں کو کھینچ بلاتا ہے ان کے فرائض میں
حارج نہ ہوتا تھا۔ میں نے خود ایک دو دفعہ نہیں بارہا خالہ جان کو دیکھا ہے کہ بخار چڑھا ہوا ہے اور
روٹی پکا رہی ہیں۔ بیماری کا یہ فرق کہ اب عورتیں آئے دن بیمار رہتی ہیں، جب کم ہوتی تھیں
کیوں ہوا؟ اس لئے کہ اب اٹھنا بیٹھنا گناہ اور چلتے پھرتے جانا حرام۔ دن بھر اور رات بھر
کمرے میں بیٹھی آرام کرسی پر پڑی پڑی نیند رہی ہیں، بہت بڑا کمال کیا کسی جلسہ پارٹی میں گاڑی میں بیٹھ
چلی گئیں اور چلی آئیں۔ ان بدبختوں کے دن کے بارہ گھنٹوں میں چھ سات گھنٹے محنت میں گزرتے
تھے۔ مفلسی تھی نہیں، غربت نہیں، خدا کا دیا سب کچھ ہوتا تھا۔ مامائیں ایک چھوڑ دو دو ہوتی تھیں
مگر وہ ماماؤں کے ساتھ ہر وقت لپٹی رہتی تھیں۔ ماما نے کڑاہی کو نہلایا آپ روٹی ڈال لی۔ وہ
گوشت لائی آپ بگھار لیا۔ یہ کام جو وہ کرتی تھیں ان کی خاصی کسرت ہو جاتی تھی جس سے
صحت بگڑتی نہ تھی۔ میں خود اپنی حالت دیکھتی ہوں کہ کراچی میں تیلی کی طرح پھرتی تھی اتنی
بڑی انگنائی کہ سو چارپائیاں بچھ جائیں تو معلوم ہوں دالان سے انگنائی تک اور انگنائی
سے باورچی خانہ تک خدا جھوٹ نہ بلائے تو سینکڑوں ہی پھیرے ہوتے ہوں گے مگر کبھی
انگلی بھی نہ دکھی۔ آج یوں ہر طرح تندرست و توانا ہوں کمزور نہیں، بیمار نہیں، مگر دو قدم چلتی
ہوں تو سانس پھولنے لگتا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ کہ کام کی عادت نہ رہی۔ ہاتھ پاؤں جب تک کام کرتے
رہے ہاتھ پاؤں درست رہے جب سے چلنا پھرنا اور کام کرنا چھوٹا سب اعضا کمزور ہو گئے تو بیماریاں
پہلی عنایت جو تہذیب بیگم اور حضرت حیا کی ہدایت سے ان شوہروں پر موجود وہ بیویوں سے
کی وہ یہ تھی کہ گنگا تیرے پیسہ کی کمائی میں ایک ڈاکٹر کا حصہ لگ گیا۔ تمام اپنا حساب
[illegible] مگر [illegible] ذکر سے کہ ایک ایسی ہی گھر میں آیا [illegible] کے واسطے [illegible]

خیال یہ تھا کہ رات کو چلی آؤں گی مگر زیادہ اصرار سے ٹھہر گئی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ماما صبح
کو دیر کر کے آئی۔ بیوی بھی تھیں اور ماشاء اللہ تین برابر کی بیٹیاں بھی۔ یہ تو کہتی رہیں کہ ابے
ہے اب تک جھاڑو نہیں ملی۔ گھر کیسا برا ہو رہا ہے مگر ایک نیک بخت سے اتنا نہ ہو سکا کہ جھاڑو لے کے دو
پیچھے مار دیتی۔ کتاب پڑھتی رہیں اخبار دیکھتی رہیں مضمون لکھتی رہیں مگر جھاڑو ماما ہی نے
آکر دس بجے کے بعد دی۔ ہمارے ہاں دو دو مامائیں موجود تھیں مگر اللہ بخشے اماں جان کو
ابا جان صبح کی نماز پڑھ کر آنے نہ پاتے تھے کہ گھر چندن کر کے رکھ دیتی تھیں۔ اندھیرے منہ جھاڑو
دیتی تھیں اور کسی کے کانوں خبر نہ ہوتی تھی۔ مامائیں بھی تھیں بہوئیں بھی اور بیٹیاں بھی۔ مگر
آٹھویں دن خود کھڑے ہو کر بھنگن سے پاخانہ دھلواتی تھیں۔ دوپہر کا کھانا کھا کر میں ان کے
ہاں سے آئی تھی۔ جب میں ہاتھ دھونے اٹھی اور ماما پانی لائی تو ٹھنڈا برف۔ جب خود
ان بیوی نے ہاتھ دھوئے تو خفا ہونے لگیں کہ پانی گرم کیوں نہیں کیا۔ میں نے تو کچھ نہ بولی
مگر دل میں ضرور میں نے کہا کہ اگر گھر والیاں نماز کی پابند ہوتیں تو یہ دقت نہ ہوتی ہمارے ہاں ہر وقت
پانی کی گھڑیا وضو کے واسطے اولے پر رکھی رہتی تھی جس نے پانی لیا اسی نے بھر دیا تاکہ وضو کے واسطے پانی گرم موجود رہے
خدا کی شان ہے یہ بیبیاں جن کو خدا سے واسطہ نہ مذہب سے غرض اگلی بیویوں پر منہ آئیں اور
یہ نہ سوچیں کہ یہ جو کچھ تھوڑا بہت بھرم ان کا موجود ہے یہ انہی مرنے والیوں کی بدولت
ورنہ یہ تو بڑوں کی آن کا خاتمہ کر ہی چکی ہیں۔ ہنسی تو کیا خاک آتی ہے رونے کا وقت
ہے کہ جن سے یہ گن ہوں وہ تو قوم کے ہمدرد بنیں اور فلاح قوم کی تجویزیں سوچیں اور جو
قابل فخر اور مایہ ناز زندگی بسر کر گئیں وہ بے خبر اور مطلب خوری سمجھی جائیں۔ ہمارے مذہب
مقدس نے خیرات کے واسطے یہ حکم دیا ہے کہ جس قدر پوشیدہ دو گے اسی قدر ثواب کے
مستحق ہو گے۔ بے خبروں کا عمل اسی پر تھا۔ مگر تعلیم یافتہ اس حکم سے بہت پرے ہیں
ان کو اگر کچھ دینے کی ضرورت ہوتی بھی ہے تو ایسے موقعوں پر جہاں کافی شہرت اور پورا
نام ہو۔ پرچوں میں شائع ہو۔ جلسوں میں پکارا جائے۔ مجمع میں اعلان ہو۔ چندہ کا اعادہ ہو

انجمن ترقی نسواں کا جلسہ ہوا تھا اس شہر اور شہر کی سب بیبیوں نے چندے لکھوائے ہیں کچھ
میں جان ہو گئی۔ نقد تو صرف دو تین ہی نے دیا۔ باقی خدا معلوم دیں یا نہ دیں اور وہی بھی
کہنے ہیں۔ مگر جس وقت ان کے نام پکارے گئے ہیں تو چہرے خوشی کے مارے کھل رہے تھے۔
یہ ہے وہ سچی خیرات جس پر تعلیم یافتہ گروہ پھولا نہیں سماتا اور سمجھتا ہے کہ ان چندوں کی
شرکت سے خدائی خزانے جنت کے باغ اور مغفرت کی تحریریں حاصل کر لیں۔ یہ ہے
ہماری پڑھی لکھی بیویوں کی خیرات اور تعلیم یافتہ گروہ کی زکوٰۃ اور صدقات۔ میں ابھی
حال کا ایک واقعہ سناتی ہوں جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ ان اللہ والیوں کی خیرات
کیا معنی رکھتی ہے اور زکوٰۃ سے کیا مطلب ہے۔

شہر میں نئی نویلیوں کا جو جرمٹ ہے اس کی سرتاج ہماری گرامی بیگم صاحبہ ہیں ہیں
تو ماشاء اللہ ادھیڑ مگر سنگار کا کیا کہنا بس یوں سمجھ لو گئی ہیں ان ہی کے گھر پر جلسے وغیرہ ہوتے
رہتے ہیں۔ انجمن کی بانی، ہمدرد ترقی نسواں کا چشمہ، وہ تعلیم یافتہ گروہ کی منڈھوا اخبار
میں نام اُن کا بشتہار الغرض کام ان کے وہ قوم کی محبت میں ایسی مستغرق ہوئی ہیں کہ کوئی سانس
نعرۂ قوم سے خالی نہیں جاتا۔ جس طرح حافظ کو کلام الٰہی حفظ ہوتا ہے ان بیچاری کو قوم حفظ
ہو گئی ہے کہ شب و روز قوم کے سوا اُن کی زبان سے کوئی لفظ نکلتا ہی نہیں۔

صبح کی نماز سے فارغ ہو کر میں کلام اللہ پڑھ رہی تھی اور یہ وہ وقت تھا کہ ہلکی ہلکی
پھوار پڑ رہی تھی سردی کے مارے دانت سے دانت بج رہے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر
بعد بادل بھی گرج جاتا تھا اور بجلی بھی چمکتی تھی۔ دفعتاً ایک بڑھیا بمشکل تمام میرے
گھر میں داخل ہوئی۔ اس کے جسم پر ایک معمولی زردہ پھٹا پرانا کرتہ پاجامہ تھا سر پہ
وہ چادر تھی جس میں نو دن باندھ کر جگہ نہیں۔ یہ بیمار تھی اور صرف بیمار ہی نہیں بیچاری کی
سیدھی ٹانگ پر زخم تھا چلنا قیامت اور بات کرنا مصیبت۔ دالان کی چوکی پر بیٹھ کر رو
میں گئی۔ خدا دشمن کو وہ حالت نہ دکھائے۔ سردی کی جو ... تھی وہ ... کانپ گئی

تھی۔ میں تڑپ گئی اور اس کی کیفیت پوچھی تو وہ جواب نہ دے سکی۔ میں اس کو لیکر اندر آئی۔
کھیل اٹھایا چائے پلائی جب اس کے حواس درست ہوئے تو گو اس کو بخار بہت تیز تھا۔ مگر
اس نے کہا "میں یہ سنکر کہ یتیم خانہ ہے چلی آئی۔ میں بڑھیا مگر مجھ سے زیادہ کوئی یتیم بھی
قابل رحم نہ ہوگا۔ متواتر فاقوں اور پے در پے مصیبتوں نے میری کمر ہمت توڑ دی۔ میں
صرف اس قدر چاہتی ہوں کہ دونوں وقت میرے پیٹ میں ٹکڑا پڑ جائے اور میں جبتک
بیمار اور محنت کے قابل نہیں ہوں فاقوں کی تکلیف سے بچ جاؤں۔ میں نے جو کچھ
میرے پاس موجود تھا اس بیمار دکھیاری کو کھلایا اور شام کو ڈولی منگوا کر ان
حافظ قوم بیوی کی خدمت میں بھیجدیا جس وقت بڑھیا پہنچی ہے تو انہوں نے ایک ٹھٹھا مارا
اور کہا میں اگلے زمانہ کی بیوقوف نہیں ہوں کہ تم کو مفت کی روٹیاں دیدوں۔ تم لوگوں
نے اپنا وطیرہ بھیک اختیار کر لیا ہے جس کی وجہ سے ہم کو ماما میسر آنا حد سے زیادہ مشکل
ہو گیا۔ میں تم کو اس شرط پر اپنے ہاں رکھ سکتی ہوں کہ تم میری ملازمت قبول کرو۔ ورنہ خیرات
میں ہرگز ہرگز تم کو مستحق نہیں سمجھتی۔ قوم مر رہی ہے مسلمان برباد ہو رہے ہیں۔ —
ایک تمہاری ذاتی ضرورت سے بہت زیادہ قوم ملک کی مستحق ہے۔ میں تم کو ایک پیسہ بھی
دوں تو فضول ہے کیونکہ یہ پیسہ تم سے بہت بہتر موقع پر صرف ہو سکتا ہے۔

جس وقت اس بدنصیب عورت نے یہ واقعہ مجھ کو آکر سنایا ہے تو میں لرز گئی۔ میری آنکھیں
وہ سماں بھی دیکھ چکی ہیں جو آج کہیں نظر نہیں آتا۔ میں مشکل سے نو برس کی ہوں گی! ایک
روز کا ذکر ہے منجھلی چچی جان کے پاس بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ اتفاق سے گھر کی سقنی
آئی اس نے برتن اتار کر رکھدیا اور سیدھی آکر ہمارے پاس بیٹھ گئی۔ رنج کی گھٹا اس کے
چہرہ پر چھائی ہوئی تھی اور فکر کا دھبہ اس کی صورت پر برس رہا تھا۔ کچھ دیر خاموش
رہنے کے بعد چچی جان فرمانے لگیں۔

"لو اشفیہ یا الہی خیر کیوں بیٹھی ہے۔ خیر تو ہے"

نصیبن! بیگم کیا بتاؤں! پڑتی پر پڑ رہی ہے۔ آدمی کیا ہوئی پتھر ہو گئی۔ کہاں تک سہوں اور
کب تک اٹھاؤں بیٹے سے کریما کے موقع پر بیس کے چونتیس روپے دئیے تھے اس طرح تو اسکا
پورا ہو گیا۔ بیٹے مردے نے گھر کی مٹی لے ڈالی ادھر چاند ہوا ادھر اس کا تقاضا موجود۔ ڈھائی
برس تک تو بیاز لیتا رہا دو کم ڈیڑھ سو بیس روپے لئے اور پھر اصل مانگی کہ نالش کرتا ہوں۔ بلکہ گلا
دیکر اس کمبخت سے پیچھا چھڑایا گیارہ روپے کم تھے وہ میں نے کہا لاؤ داروغہ جی سے لیلوں۔
لڑکا تو ان کے ہاں کام کرتا ہی ہے تنخواہ میں کٹوا دونگی۔ روپے تو انہوں نے دیدیئے مجھے بھی
خیال نہیں رہا۔ اور انہوں نے بھی کبھی نہیں مانگے۔ اب انکی بدلی ہو گئی آج چار دن ہوئے آئیں
اور یہ کہتے ہیں کہ ہم امیر کو ساتھ لیجائیں گے یا تو ہمارے گیارہ روپے دیدے نہیں تو جب
روپیہ بھیجدے گی بچہ کو بلا لیجیو۔ بھلا بیوی دیکھو تو سہی نو برس کا بچہ میں کالے کوسوں کس
دل سے بھیجدوں۔ اب تو کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس پر روپیہ لے لوں۔ ان کے دنوں کی
دو مشکیں پڑی ہوئی تھیں لیکر گئی تھی سوا دو روپے ملتے ہیں۔ داروغہ جی نے یہ غضب کیا کہ
کہ بچہ کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتے مجھے بھی نکال دیا کہ ہمارا عذر نہ کہا۔ روپیہ دیتی ہے
تو دیدے اور بچہ لے جا نہیں تو نکل جا۔

میں چچی جان کی عادت سے اچھی طرح واقف تھی وہ اپنے دم پر کبھی ایک پیسہ بھی نہیں
اٹھاتی تھیں۔ ہاں مسجد میں مدرسوں میں یتیم خانوں میں غریبوں میں دیتی تھیں اور جی کھولکر
دیتی تھیں خود تو وہی چھ برس کا لحاف۔ بہت بڑا احسان کیا اور ایسا ہی سب سر ہوئے
تو استر وہی ابرا وہی کہنے سننے سے پانچویں چھٹے برس اس کی روئی بدلوا لی۔ مگر ہر سال ہنسو
سبحان اللہ کے نام کے ناغہ نہ ہوتے تھے جو کچھ کرتی تھیں اس طرح کرتی تھیں کہ کانوں کان
کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی اور اگر پتہ لگ گیا اور کسی نے منہ پر کہہ دیا تو ہاتھ جوڑتی تھیں کہ خدا
کے لئے زبان سے نہ نکالو خدا قبول کر لے۔ نصیبن کی بات سنکر منہ سے تو کچھ نہ بولیں چپکی اٹھ کھڑی ہوئی
لگیں۔ کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے بعد جب میاں ادھر ادھر ہو گئی تو اسکو روپے دیدیئے اور وہ دعائیں

دیتی اپنے بچہ کو داروغہ جی کے پنجے سے چھڑا لاتی۔

یہ ہے موجودہ خیرات اور اگلی خیرات اور یہ ہے ناز اور اعتراض کی کیفیت جس نے کچھ بہت موٹی موٹی باتیں بیان کی ہیں جو راتوں تم اور ہم دیکھ رہے ہیں اور تم میں سے جو زندہ رہیگا وہ دیکھ لیگا کہ یہ مدعیان تعلیم یافتہ کے حباب در دریا کے سراب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے ہاں دور قدیم و جدید کا امتیاز بیشک یہ ضرور نظر آ رہا ہے کہ اُن بیویوں میں یہ چٹک مٹک اُن کے لباس ایسے زرق برق اُن کی زبانیں ایسی طرار اور اُن کے چہرے ایسے پکے چٹے نہ تھے۔ وہ سیدھی سادھی اُنکا لباس بالکل معمولی اُن کی زبانیں وقت پر کام کرنیوالی اور اُنکے چہرے بھولے بھالے تھے۔ اُن کی زندگیاں ختم ہو گئیں اُن کے وقت گزر گئے اور اب تم کو وہ صورتیں نظر نہ آئیں گی۔ مگر اُن کے نمونے اُن کی زندگیوں کا اُن کے عادات خصائل کا تھوڑا بہت پتہ اُس زمانہ کے گیت اُس وقت کی لوریاں تم کو دے رہی ہیں مگر یہ بھی اب دم توڑ رہی ہیں۔ وہ جب رات کو اپنے بچوں کو پہلو میں لیکر سوتی تھیں تو ایک پر لطف وعظ ایک پُر مغز لکچر روزانہ اُنکے سامنے دیتی تھیں اور اس کڑوی دوا کو کہانی کے رنگ میں شیریں کر کر دکھاتی تھیں تاکہ دلچسپی میں کوئی فرق نہ آئے جو باتیں آج گھنٹوں رگڑ کر بہترین استاد اور منتخب استانیاں مدتوں اور برسوں میں سکھا سکتی ہیں وہ آسانی اس پیرایہ میں ذہن نشین ہوتا تھا اور ایسا جمتا تھا کہ مرتے وقت ذہن سے نہ نکلتا اب یہ کہانی کہنے والے تو خیر رخصت ہو ہی گئے تھے افسوس یہ ہے کہ کہانیاں بھی ناپید ہو رہی ہیں گیت اُڑ گئے کہیں بھولے بسرے وہ آواز کان پر آ جاتی ہے ورنہ اس لئے کہ اُن کی نسبت دور قدیم سے ہے قابل نفرت ہیں لیکن ابھی ہماری آنکھیں ان معمولی باتوں میں بھی جو اُنکی دلچسپی کے مشغلے اور خوشی کے جلسے ہوتے تھے اُن کا خلوص اُن کی نیک نیتی اور اُن کی قابل فخر زندگی کی جھلک دیکھ رہی ہیں۔

آج یہ وقت ہے کہ میرے سینہ کا زخم کتنی دفعہ یہ آواز سن چکی ہے کہ امیر و غریب کا

رشتہ کیا۔ جو امیر ہے اُس نے اپنے قوتِ بازو سے اپنی کوششوں سے اپنی محنتوں سے روپیہ
حاصل کیا۔ اس لئے نہیں کہ وہ غریب بہن بھائی کی نذر کر دے اور اپنے سرمایہ سے اُن کی خدمت
کرتا رہے۔ مگر پیاری بچیوں دورِ قدیم کی تربیت یہ نہ تھی وہ تمول کو تدبیر اور افلاس کو تقدیر اور
واقعات کو اتفاق سے تعبیر کرتے تھے۔ اُن کے ہاں امیر غریب سب کی حیثیت ایک تھی والدین
اولاد کے مختار ہوتے تھے اور اُن کے سامنے بچوں کی اتنی مجال نہ ہوتی تھی کہ خوشحال کو کنگال
کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ لے۔ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ کہیں دینے والا لینے والے کو حقارت سے نہ
دیکھے اپنا تمدن ہی ایسا مقرر کر دیا تھا جہاں سب ایک سطح پر آ جائیں۔ اُن کی رسمیں
اُن کی تقریبیں میرے دعوے کا نشان دے رہی ہیں۔ آج سنتی ہوں کہ انجمن آرا بیگم نے
جودھپور میں جہاں ان کے شوہر ناظم ہیں بچی کے دودھ چھٹانے کی شادی اس زور شور سے
رچائی کہ سارا شہر واہ واہ کرنے لگا۔ کل کان میں یہ آواز آتی ہے کہ سعید اللہ بیگم نے میرٹھ
میں ایسی پارٹی دی کہ سب دنگ ہو گئے۔ دورِ قدیم میں یہ چرچے کہیں نہ سنے کہ پردیس میں
شادی رچائی اور غیروں میں بیٹھ کر جی خوش کر لیا۔ ہماری مثل تو یہ تھی کہ جنگل میں مور ناچا کس نے
دیکھا۔ ہم نے تو وہ شادیاں دیکھی ہیں کہ امیر گھرانے کی بیٹی زیور جائداد والی دولت و حشمت والی غریب
مفلس رشتہ دار کے آگے ہاتھ جوڑ رہی ہے کہ خدا کے واسطے بیمار ہو تو دو ہی گھنٹے کے لئے آ جاؤ اور
بیٹی کو اپنے ہاتھ سے وداع کر دو۔ اس کی اصلی غرض کیا تھی صرف یہ کہ "ذوی القربیٰ والیتامیٰ"

اب تم اپنے ذہن میں کسی وقت کا ایک گھر قائم کر لو تو تم کو اس زمانہ کے حالات معلوم
ہوں گے۔ ایک کھاتا پیتا بھائی ہے جس کو خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ بہن بدقسمتی سے غریب
ہے مفلس ہے اور مشکل سے زندگی بسر کر رہی ہے مگر رشتہ کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں
ایک باپ کی اولاد ایک ماں کے پیٹ میں پاؤں پھیلائے۔ دولت کا امتیاز اور تغیر کی
معصیت رشتہ کی مساوات میں حارج نہیں ہے وہ اپنی دولت میں خوش ہے تو یہ اپنی مفلسی
میں مگن۔ بھائی کے ہاں بیٹا ہوا۔ تو اب اس وقت کا تمدن اس طرح شروع ہوتا ہے

یہ مثل ملحوظ رہے کہ بہن پچاس برس کی اور بھائی پانچ برس کا یعنی منہ نوں کا بہن بھائی
اگر بچہ او بہت بڑھیا بھی ہو تو بھی وہ بچہ اس بڑھیا کے حقوق سے غافل نہیں ہو سکتا
ہاں تو بھائی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ چونکہ عورت ہے فطرتاً یہ سنکر کہ بھائی کو خدا نے
بیٹا دیا خوشی کے مارے اچھل پڑی چونکہ وہ اس خوشی کے موقع پر بھائی کی کمائی میں
حقدار ہے۔ نیگ جوگ کے بہانے سے اس موقع پر اس کو بہت کچھ ملیگا۔ مگر ایسا نہ ہو
کہ اس کی مفلسی بھاوج کی نگاہوں میں وجہ ذلت ہو جائے۔ اس لئے پہل اس کی طرف سے
ہوتی ہے اور سب سے پہلے وہی بھتیجے کا کرتہ ٹوپی تیار کرتی ہے اور خود لیکر بھائی کے یہاں
پہنچتی ہے۔ ذرا اس وقت کی زچہ گیری کو دیکھنا۔

"میں تو ہولر سنکر آئی بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی"

اللہ اللہ کیسا موثر وقت ہے بھائی بھاوج خدا کی اس نعمت پر باغ باغ ہیں چاروں طرف
سے مبارکبادیں مل رہی ہیں ہر شخص اپنے اپنے حق طلب کرتا ہے کہ دفعتہً مدتوں کی چھوٹی
ہوئی بہن کی یہ صدا اس بہانہ سے کان میں آتی ہے۔ وہ بھیک نہیں مانگتی اپنا حق
نہیں جتاتی پہلے اپنے آنے کی وجہ بیان کرتی ہے اور کہتی ہے۔

"میں تو ہولر سنکر آئی بیرن بھیا میں تیری ماں جائی"

اس وجہ کو بیان کرنے کے بعد بے ساختہ اس کی نگاہ بچے پر پڑتی ہے دل بھر آتا ہے
بھائی کی محبت جوش کرتی ہے اور دل سے یہ دعا نکلتی ہے

باغوں میں جیسے آم پھلے رے ایسے پھلے میرا بھائی
بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی

اب اس کو اپنی غربت اور بھائی کے تمول کا خیال آتا ہے اور سوچتی ہے کہ بھائی
تو خیر میرا اپنا ہے کہیں بھاوج مجھکو غریب سمجھکر حقارت سے نہ دیکھے۔ یہ خیال آتے ہی وہ
بھاوج سے کہتی ہے:-

جیئے میری بھاوج جیئے میرا لالہ تند بہنی نہیں آئی

بھاوج کو دعا دیتی ہے بھتیجے کی درازی عمر کی خواہش کرتی ہے اور دبی زبان سے اپنا
مطلب بھی کہدیتی ہے کہ بہنی نہیں آئی یعنی خالی نہیں ہوں۔

تیرے للہ کو ہنسلی رے کڑے تجھکو میوہ لائی

بیرن بھتیا میں تیری ماں کی جائی

اب اتنا کہہ چکی تو اپنا حق جتاتی ہے اور کس زور سے کہتی ہے کہ لوں گی اور لیکر جاؤں گی۔

ستو کے چڑھن گھوڑا لوں گی تو لینے بدن کو جوڑا

چھاتی دھلائی روپیہ لوں گی تیری لٹ کی دھلائی

بیرن بھتیا میں تیری ماں کی جائی

سبحان اللہ! کیسے مزے کی باتیں اور پُر لطف معاملات میں کہتی ہے خاوند کے واسطے
گھوڑا اور اپنے واسطے جوڑا یہ دونوں چیزیں تو الگ لوں گی اور ابھی اصلی نیگ باقی ہے
تم نے خواب میں بھی یہ باتیں نہ سنی ہوں گی۔ اسوقت تک ماں اپنے بچہ کو دودھ نہ دے سکتی تھی
جبتک پھوپھی یعنی زچہ کی نند آکر بھاوج کا دودھ، دودھ سے نہ دھوئے اور سر کی ایک
لٹ کو دودھ نہ لگا دے یہ باتیں جو محض جہالت معلوم ہوتی ہیں اُن کو زیادہ غور سے
دیکھو تو اُن کی باریکیاں معلوم ہوں گی۔ دودھ سے چھاتی دھوئی جائے گی تو ظاہر ہے
کہ دودھ زیادہ ہوگا اس نسخہ کو رسم کا لباس پہنا کر نیگ بنا دیا۔

ادہر نند نے دودھ سے چھاتی اور لٹ دھلائی ادہر زچہ نے بچے کے منہ میں دودھ دیا
بتاؤ کیسا اچھا یہ تمدن انسان ہے کہ کم بھائی اپنی حیثیت کے موافق دے دلا کر بہن کو رخصت
کرتا ہے اور بہن خوش خرم اپنے گھر روانہ ہو جاتی ہے۔

یہ باتیں جہالت اور لغو کہی جاتی ہیں۔ یہ میں بھی جانتی ہوں کہ زمانہ کی رفتار یہ جوہر آبدار
خاک میں ملا چکی اور جدہر نظر ڈالو نفسی نفسی کا عالم ہے مگر وقت آئیگا کہ انصاف پسند

آنکھیں اس تمدن کو ترسیں گی اور ان زندگیوں پر حسرت کے آنسو بہا کر اپنا سر پیٹ لیں گی ان بیویوں کی چال ٹکے گز کی تھی وہ روپیہ کو اپنی ملکیت کے ساتھ شوہر کی امانت سمجھتی تھیں اور جانتی تھیں کہ یہ کس مصیبت سے ہاتھ آیا ہے بچا کر چھپا کر کسی نہ کسی طرح وقت بے وقت کے واسطے کچھ نہ کچھ لگا رکھتی تھیں۔ آج ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مہذب گھروں میں ماشاءاللہ خرچ آمدنی سے ڈیوڑھے اور دُگنے۔ اگر گرانی بڑھ گئی۔ ضروریات زیادہ ہو گئیں تو اس کے ساتھ آمدنی میں بھی آسمان زمین کا فرق ہو گیا۔ دس روپیہ میں اُجلے خرچ تھے اچھا پہنتے تھے بیٹیاں بیاہتے تھے حیثیت کے موافق جہیز بھی دیتے تھے۔ برائیں چڑھتی تھیں۔ چڑھاوے ہوتے تھے۔ اسی آمدنی میں سب کچھ ہو جاتا تھا۔ قرض تھا نہ نام۔ آفت تھی نہ پریشانی۔ اس زمانہ میں تو پچاس روپیہ کی نوکری معراج تھی آج پچاس روپے میں خاک اُڑ رہی ہے اور اس کی بڑی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ تمدن نظاہر مذہب سے علیحدہ ہو کر اس کی ہر شاخ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ مذہب کے تحت میں اپنا کام کر رہی تھی اور اب یہ تمدن۔ لاکھ اہل تمدن مذہب کے دعوے زور شور سے کریں مگر اُن کا ہر کام اور ہر بات مذہب سے ہزاروں کوس دور ہے۔

(۱۸)

میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ اس گلابی پھول کو اپنے ہاتھوں سے اس مانگ میں رکھ کر یہ دیکھوں کہ شرمندہ بھی ہوتا ہے یا نہیں۔

اکرم۔ آپ بی۔ اے میں کامیاب ہونے کے بعد اب ایل۔ ایل۔ بی کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

حامد۔ اے شمع نورانی۔ اے حسن کی دیوی۔ تو! جس کے ہاتھ میں اس وقت حامد کی موت و زیست ہے جس کے ہر قدم پر حامد کی جان لوٹ رہی ہے۔ للہ میری بات کا جواب دے اور میری درخواست قبول کر۔

اکرم۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس گلاب کے پھول سے آپ کو کیا مسرت حاصل ہوگی۔ اس روز بھی آپ نے خواہ مخواہ ضد کی اور لاکے کا پھول میرے ہاتھ میں دیدیا۔

حامد۔ میرا نشان نہیں دیوانہ ہوں میرے ہوش و حواس میری عقل و صبر سب ہاتھ سے جا چکے مجھکو دنیا اب نہ ہیرا اور جینا وبال ہی ہیں رات کو عالم تنہائی میں جب صرف آپکا خیال میرے پاس ہوگا آپ کی صورت میرے روبرو نہ ہوگی اس موانس ہمراز پھول سے جس کو یہ فخر حاصل ہو جائیگا اپنا دل بہلاؤں گا یہ میرا غم غلط کرے گا اور میرے زخم پر جو اب ناسور ہو گیا ہے مرہم رکھے گا۔

اکرم۔ لائیے مجھے عنایت فرمائیے۔

حامد۔ اتنے کرم کے ساتھ تھوڑا سا کرم اور بھی .... مجھکو اجازت ہو۔

اکرم۔ اوہ! ضد ہٹ! فضول! کیا لغویت ہے اچھا لو۔

حامد۔ آہ! آہ! آہ!

(۱۹)

محترم رضیہ بیگم صاحب مہتمم مدرسہ نسواں۔ سلام مسنون السلام۔

میں آپ کے مدرسہ کی شاگرد بی بی زبیدہ النساء سے جو پچھلے ہفتہ میں دینیات اور اردو میں کامیاب ہوئی ہیں نکاح کا خواہشمند ہوں کل میں نے جس عزیزہ کو آپ کی خدمت میں لڑکی کے دیکھنے کے واسطے بھیجا تھا وہ میری حقیقی بہن ہے اور میرے مزاج اور میرے عادات و خصائل سے پوری طرح واقف اس نے چونکہ ہر طرح اپنا اطمینان ظاہر کیا ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ میری درخواست کو منظور فرما کر سنت رسول کے موافق اس نکاح کو انجام دینگی۔ مہر موجل دو ہزار روپیہ تک دینے پر آمادہ ہوں اور بالفعل محکمہ افیون میں ساٹھ روپیہ ماہوار کا ملازم ہوں۔

نیازمند نور اللہ

آپا جان یتیم لڑکی ہے جہیز وغیرہ کچھ ہے نہیں اس لئے ہم چڑھاوے کے متعلق گفتگو نہیں کرتے
پرسوں جمعہ عید الفطر ہے میری رائے میں نماز کے بعد نکاح ہو جائے اور رضیہ اپنے گھر رخصت
ہو۔ اس میں شک نہیں کہ رضیہ اس وقت در یتیم گھر کا مول ہے اور اس سے مجھکو جو کچھ ہمدردی
ہے میں بیان نہیں کر سکتی۔ مگر کہاں تک اس کو بٹھائے رکھوں گی۔ خدا کا کام ہے خدا کسی اور
لڑکی کو اس قابل کر دے گا۔ لڑکے کے متعلق میں نے اچھی طرح اطمینان کر لیا۔ بہت شریف
سمجھ ہے۔ اس کے ماں باپ بھی پہلے ولایت ہیں۔ پہلے انہوں نے رقعہ بھیجا تھا میں نے کہا
لڑکے کی طرف سے شرع اسلام کے موافق پیغام بھجوا دیجئے۔

بڑی بہن۔ بس تو جب تم ہر طرح اطمینان کر چکی ہو تو پھر دیر کی کیا ضرورت بسم اللہ کرو
اور پرسوں اس فرض سے سبکدوش ہو جاؤ۔

(۲۰)

تم بھی بعض دفعہ ایسی بیوقوفی کی بات کہہ دیتی ہو کہ آگ لگ جاتی ہے۔ اگر ہم کو بڑوں کی کیا کمی
اور ایسی اس کی عمر ہی کیا ہو گئی۔ اکیس برس کی لڑکی تو ولایت میں بچہ سمجھی جاتی ہے جس وقت
تم نے ارادہ کیا اس وقت اتنے پیغام آئیں گے کہ انتخاب مشکل ہو جائیگا۔ خاندانی عزت آج
شہر میں جواب نہیں رکھتی۔ اب تعلیم نے اس کو اور بھی مشہور کر دیا۔ خواستگار تو بیسیوں مگر
ایسا لڑکا میری نظر میں تو کوئی ہے نہیں جو اس کے قابل ہو سکے چھوٹی ہی تھی بلکہ
ابا جان کی زندگی میں منجھلے چچا نے پیغام دیا تھا مگر وہ لڑکا اب ہر گز نہیں پاس ہوا
خود بڑی آپا جان کا بیٹا ناصر موجود ہے جھوٹوں اشارہ پا جائیں تو گھر کی مٹی لے دوڑیں
مگر لڑکا ایسا چاہیئے جو کم سے کم بی۔ اے ہو۔ تا کہ اس کی قابلیت کی قدر کر سکے۔

پھوپھی۔ میں صرف اس لئے کہتی ہوں کہ آج دوپہر ہوا اس نے مجھ سے شادی کے
متعلق گفتگو کی تھی اپنے واسطے نہیں بلکہ اسلام کے موجودہ طریقہ پر۔

میاں الٰہی۔ ہاں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ خود شادی کی خواستگار ہے یا طریقہ بد ہے

ضرور قابل ترمیم ہے اور میری رائے میں میاں بیوی کو خود انتخاب کی اجازت دینی چاہیئے
تم نے کیا کہا۔
بیوی۔ میں نے یہی کہا جو تمہاری رائے ہے۔

(۴۱)

مگر اس میں کیا قباحت ہے کہ تم مجھ پر اتنا رحم کرو کہ زیادہ نہیں صرف ایک دفعہ روزانہ اپنی صورت چند لمحے کے واسطے مجھے دکھا دیا کرو یقین کرنا مس اکرم تمہاری ملاقات سے فوری اثر سے جو مسرت حاصل ہوتی ہے وہ اس قدر پائدار ہے کہ آج تک زندہ ہوں ورنہ میری دنیا اور میری زندگی تو ختم ہو چکی۔

ہاں ہاں ڈیر مس اکرم کس منہ سے شکریہ ادا کروں میری انگوٹھی کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ مجھکو مول لے لیا۔

اکرم۔ میں جب موقع ہوتا ہے تم سے گفتگو کر لیتی ہوں البتہ تمہاری طرح دنیا سازی کی باتیں مجھے نہیں آتیں۔ میں کس طرح روزانہ ملنے کا وعدہ کروں۔ وعدہ خلافی سے زیادہ دنیا میں کوئی غلطی انسان سے نہیں ہو سکتی میں تم سے کبھی وعدہ نہیں کر سکتی جو میرے اختیار میں نہ ہو۔

حامد: میں صرف اس وقت اس نازک ہاتھ کو جس نے میری عزت افزائی کی اپنی آنکھوں سے لگانا چاہتا ہوں اور یہ ایسا آپ کا احسان ہوگا کہ میں اس کو بھول نہیں سکتا۔

اکرم۔ آپ بعض اوقات بہت بیجا ضد کرتے ہیں۔ لیجئے۔

حامد۔ یہ ہاتھ نہیں چنبیلی کا پھول ہے جس کی نازک پنکھڑیاں میری آنکھوں کو فرحت میرے دل کو طراوت میری روح کو تازگی اور میری جان کو تقویت بخش رہی ہے۔

اکرم۔ ہاں آپ نے اس روز کہا تھا کہ آپ پاپا سے ملیں گے۔ میرا خیال ہے آپ کو شاید فرصت نہ ہوئی۔

حامد۔ واہ میری محسنہ میری حسینہ میری جان کی میرے دل کی مالک اکرم ابھی تمہ دانی

کی۔ میں نے دو دفعہ ملنے کا قصد کیا اور گھنٹوں وہاں ٹہلتا رہا مگر میری ہمت نہ پڑی کہ میں اُن سے اس کے متعلق کچھ عرض کر سکوں۔ اب جو کچھ بھی ہو دل کڑا کر کے آج ہی عرض کر دوں گا۔

اکرم۔ آپ کو میرے سامنے تو ہر قسم کی ہمت ہو جاتی ہے اور ایک باضابطہ معاملہ میں آپ اس قدر پست ہمت ہوتے ہیں۔

حامد۔ تمہارے رحم و کرم میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ تمہارا حسن میرا دل بڑھاتا ہے۔ اور تمہاری پیاری پیاری صورت مجھکو ترغیب دیتی ہے کہ میں اپنی درخواستیں تمہارے سامنے پیش کروں۔

اکرم۔ تو آپ اُن سے کب ملیں گے۔

حامد۔ کل انشاء اللہ ضرور عرض کروں گا۔

اکرم۔ اچھا رخصت۔

حامد۔ میں کس طرح کہوں یہ صورت جو اس وقت پیکر اکرم میں میرے پیش نظر ہے میری آنکھوں سے اوجھل ہو کر میری جان پر بنا دیگی۔

اکرم۔ تم نے پھر وہی رٹ شروع کی۔ اچھا (ہاتھ ملا رہا ہے) گڈ بائی مسٹر حامد!

(۴۲)

تم نے اگلے مہینے میں بھی یہی کہا تھا کہ اب کے انشاء اللہ اکھٹے بیس روپے دونوں مہینے کے اماجان کو بھیجدونگا۔ میں اس وقت خاموش ہو رہی لیکن اب کے تمہاری نیت پھر ایسی ہی سی معلوم ہو رہی ہے۔ تم ماشاء اللہ ساٹھ روپیہ کے نوکر ہو۔ گھر میں ماما ہے باہر نوکر اچھے سے اچھا کھاتے اور بہتر سے بہتر پہنتے ہو میری کوئی ضرورت کبھی رکی نہیں رہتی بچوں کے سب کام پورے ہوتے ہیں۔ مگر افسوس ہے ہماری حالتوں پر کہ ضعیف العمر والدین جو آج ہماری مدد کے محتاج ہیں اور جنکا اگر سچ پوچھو تو ہم پر اب کوئی زور نہیں بیچارے خرچ کی راہ دیکھیں اور ہمارے پاس سے نہ جا سکے تم گھر کے سب خرچ چھوڑ کو موقوف کر دو۔ کپڑا اگلے مہینے میں آ جائیگا۔ بھی دس کا نہیں پانچ کا

منگوا لو۔ مگر اُن کے تین روپے آج ہی روانہ کر دو۔

نور اللہ۔ میں تمہارے اس خیال کا بیحد احسانمند ہوں اور مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں ان کی خدمت پچھلے مہینے پیش نہ کر سکا۔ مگر کیا کروں اگر بھیجتا ہوں تو اسی مہینہ کی تکلیفیں پھر نظر آ رہی ہیں۔ کون سے خرچ کو کم کر دوں۔

رئیس النساء۔ اُن کی زندگی کا بھروسہ نہیں۔ دنیا ہمارے سامنے کھلی ہوئی ہے۔ ہم ہزاروں کمائیں گے اور اُٹھائیں گے مگر وہ موجود نہ ہوں گے۔ جب تک اُن کا سایہ ہے ہماری کمائی میں ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم نہ صرف اس کو پورا کریں بلکہ اپنا فخر سمجھیں جس وقت وہ نہ ہوں گے اگر ہم ہزار روپیہ بھی اُٹھا دیں تو وہ سچے دل سے دعائیں دینے والے ہم کو میسر نہ آئیں گے۔ ہم کو تو تکلیف ہی ہوتی ہے لیکن جن کا کوئی سہارا نہیں اُن پر تو شاید فاقے ہی ہو رہے ہوں گے۔ کس بیقراری سے وہ ڈاکیہ کی راہ دیکھتے ہوں گے اور جب یہ سنتے ہوں گے کہ کچھ نہیں ہے تو اُن کا دل کیا کہتا ہوگا۔ میں یہ جانتی ہوں کہ اُن کے دل بددعا نہ دیں گے مگر اب ایسے محبت کرنے والے ہم کو دنیا میں میسر نہ آئیں گے۔ ہم نے اُن کی خدمات کی کچھ قدر نہ کی۔ مجھکو یاد ہے میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک عورت کو اپنی پشت پر لئے چلا جاتا ہے۔ پوچھا یہ تیری کون ہے اُس نے کہا میری ماں۔ فرمایا بیشک تو اپنے فرض سے ادا ہوا۔ جس طرح تجھکو یہ گود میں لئے پھرتی تھی اسی طرح آج تو اس کو پشت پر لئے چل رہا ہے۔ امام کی یہ گفتگو سنکر اس شخص نے کہا نہیں یہ بات نہیں ہے اس فرض سے میں تو کیا کوئی بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ اس کی میری حالت میں آسمان زمین کا فرق ہے جس وقت یہ مجھکو گود میں لیتی تھی اُس وقت اس کا دل میری درازی عمر کا متمنی تھا اور اس کو میری تکلیف اپنی راحت سے بہتر تھی میں اس کو بار نہ تھا لیکن آج جبکہ یہ میری پشت پر ہے مجھکو بار معلوم ہو رہی ہے اور میری تمنا یہ ہے کہ خدا جلد اس کا انجام بخیر کرے۔ لیکن اس کے دل میں میری موت کا خیال تک

پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

کیا خبر مجھ کو والدین کی صورت دیکھنی نصیب ہو یا نہ ہو مگر یہ وقت یاد رہ جائیگا اور
اُن کی تکلیفیں اگر تم کو نہیں تو مجھ کو خون کے آنسو رلوائیں گی اُن کا دل ضرور کہہ رہا ہوگا
کہ بیوی بچوں کے اخراجات کی وجہ سے ہماری تنخواہ بند ہو گئی پچھلے مہینہ میں تم نے ان کو کچھ
نہ بھیجا مگر اسی خرچ میں سے بچا بچا کر میں نے اُن کے یہ دس روپئے نکال لئے۔ خدا کے واسطے
دس یہ لو اور دس اس تنخواہ میں سے ملا کر سب سے پہلے اُن کا منی آرڈر کرا دو۔

نور اللہ۔ خدا تمہاری عمر میں برکت دے اور تمہاری اس سعادتمندی کا اجر آخرت میں
دے۔ تم نے جو کچھ کیا بہت درست اور ٹھیک ہے۔ لاؤ میں سب سے پہلے روپیہ روانہ کر دوں جا تو
رہا ہی ہوں اور جو کچھ منگواؤ اُدہر سے لیتا آؤں۔ تمہارا چادرہ آج ضرور لاؤں گا۔

بیوی۔ چادرہ لانا شوق سے لاؤ میں منع نہیں کرتی۔ مگر تم ہی سوچو میں گھر کی بیٹھنے
والی کہیں جانا نہیں آنا نہیں۔ جیسے کپڑے پہن لوں گی کوئی کہنے والا نہ سننے والا۔ اگر کہیں
جانا ہوا بھی گیا تو اللہ کا شکر ہے آنے جانے کے کپڑے میرے پاس موجود ہیں مگر سب سے پہلے
تم اپنی اچکن کا کپڑا لاؤ۔ باہر کا جانا سب سے ملنا جلنا تم ان باتوں پر کیوں نہیں غور کیا کرتے
میں برسوں سے دیکھ رہی ہوں اچکن کی کہنی سک گئی دو ایک دن میں یہ نکل جائے گی بہت
پھٹی ہوئی اچکن پہنو گے نام تو میرا ہی بدنام ہو گا۔ تم اپنی ضرورت سے نہیں میری ہی بدنامی کی
خاطر خدا کے لئے سب سے پہلے اپنی اچکن کا کپڑا لاؤ اور ایک کمری کی دریں لیتے آنا۔ نماز کو
جاتے ہو اگلے برس کی کمری گلے میں ہے اس میں گرمائی کیا خاک ہو گی۔ روئی میں نے منگوا
رکھی ہے۔ انشاء اللہ آج ہی تیار کر دوں گی۔

نور اللہ۔ تم تو ہمیشہ یوں ہی مجبور کیا کرتی ہو چادرہ آ جاتا تو اچھا تھا۔ خیر میں اچکن کا
کپڑا لیتا آؤں گا اور ہاں عزت کے واسطے تو تمہارا کل تحصیلدار صاحب مل گئے تھے انہوں نے مجھ
سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس سال میری ترقی کی سفارش ضرور کریں گے اسی لئے میں کہتا تھا

اُن کی ایک وقت کی دعوت کر دیتا۔ مگر تمہارا جی اچھا نہیں اس لئے مجبور ہوں۔
بیوی۔ میرے جی کا کیا ہے۔ نزلہ، زکام، کھانسی، بخار کیا ہوا نہیں کرتے۔ تحصیلدار صاحب پھر کب آئیں گے۔ ضرور دعوت کرو۔ میں انشاء اللہ سب ٹھیک ٹھاک کر لوں گی۔ میری بیماری کا تم نے اچھا عذر سوچا۔ میرا کیا ہے کوئی بیماری ہے۔ دنیا کے کام کاج کرتی ہیں۔

(۲۴)

رضیہ! میں نے تم کو بارہا سمجھایا کہ تم اپنے ان گنوں سے باز آؤ اور یہ طریقے چھوڑ دو۔ تم نے تمام خاندان کی ناک کاٹ دی۔ شہر میں تمہارا خاکہ اڑ رہا ہے اور دنیا تم پر ٹھٹھے لگا رہی ہے۔ غضب خدا کا میر کلن کی لڑکی جو پانچ ہزار کا جہیز لیکر گھر سے نکلی تھی وہ فقیرنیوں اور بھنگنیوں فیمیوں اور رانڈوں کی خوشامد کرتی پھرے۔ جس پر ہمیشہ استاد اور استانیاں نوکر رہیں وہ آج ذلیلوں اور رذیلوں کو سبق پڑھا رہی ہے۔ اس وقت ابا جان زندہ ہوتے یا تو خود زہر کھا لیتے اور یا تم کو جان سے مار ڈالتے۔ میں گو چھوٹا تھا مگر تمہارے باپ کی جگہ۔ اگر تم بڑوں کی عزت نبھاتیں اور ہماری آبرو برباد نہ کرتیں تو ہم ایسے گئے گزرے نہ تھے۔ تمہارے کتوں تک کو روٹیاں دے سکتے تھے۔ اس وقت بھی میں سیر آٹا صبح شام پکتا ہے۔ تمہارا پاؤ سیر آٹا دوبھر نہ تھا۔ مگر آدمی وہ ہے کہ جس کو دے کر جی خوش ہو۔ یہ نہیں کہ گدھے کی آنکھوں میں نون دیا اس نے کہا میری آنکھیں پھوڑیں۔ جیسا کیا ویسا بھگتو اور جو بویا وہ کاٹو۔ پردہ کرو۔ بنیئے نے تمہارے نام نالش دائر کر دی ہے اور فیصلہ سے قبل قرقی کا حکم ہے۔ ہٹو جلدی کرو۔ اہلکار تمہارے نوکر نہیں ہیں کہ کھڑے رہیں گے۔

رضیہ۔ میاں! کیسی قرقی؟ کس کا بنیہ؟ میں نے تو آج تک کسی سے ایک پیسہ بھی قرض نہیں لیا۔ ذرا میرے سامنے تو بلاؤ کون کہہ رہا ہے۔ میرے منہ پر تو کہے۔

اچھن۔ تم سچی اور مس صاحب کا جمعدار دلو رام جو چرچ سے پنشن پا رہا ہے جھوٹا۔ جس کی ضمانت پر دو سو روپیہ قرض لیا تھا۔ آپا گریبان میں منہ ڈالو۔ ہا ہا۔

رضیہ ۔ بھائی کیا کہہ رہا ہے۔ خدا کے واسطے اچھن مجھکو بچا بیٹے تو ضمانت کیسی یہ نام بھی آج ہی سنا ہے۔ کون سی صاحب کیسا جمعدار ۔

اچھن ۔ اچھا پردہ کرو۔ امین میرے اور تمہارے باوا کا نوکر تو نہیں ہے کہ گھنٹوں ٹلا رہیگا

پردہ ہوتے ہی دو تین اہلکار اور دس پندرہ سپاہی گھر میں داخل ہو گئے اسباب قرق ہونا شروع ہو گیا۔ مدرسہ کا تل تل اور رتی رتی قرق ہو چکا تو بغلی کے کمرے میں آئے دری گاؤ تکیہ برتن بھانڈا سب چیزیں اٹھتی رہیں مگر رضیہ خاموش دیکھتی رہی جب اچھن نے کاغذوں کا بستہ اٹھایا اور کھولنے لگا تو اس نے آواز بلند کہا ۔

جو آواز آج تک کسی غیر مرد نے نہیں سنی وہ اچھن تمہاری موجودگی میں کہ تم وارث شرعی ہو اتنے مجمع میں نکلتی ہے میرے بستہ کو ہاتھ نہ لگا وہ میری وہ امانت ہے جس کو گیارہ برس سے سینے سے لگائے ہوئے ہوں اچھن یہ تمہارے دیکھنے کی چیز نہیں ہے یہ میرے اسرار ارشد کے راز ہیں جن کی موت مجھکو یہ دن دکھا رہی ہے یہ ردی کاغذ ہیں مگر ان کاغذ جن کو روز ایک دفعہ دیکھتی ہوں زمانہ گزشتہ کو یاد کر لیتی ہوں یہ میری نگاہ میں لعل و یاقوت زر و جواہر سیم و زر دولت و سلطنت سب سے زیادہ ہیں ان پر اگر کسی کی نظر پڑ گئی تو میرا ایمان میرا نفس میرا دل مجھپر لعنت بھیجے گا کہ میری وجہ سے ایک شخص کا راز ایک مردہ روح کا راز آج افشا ہو رہا ہے۔ اچھن ان خطوں کو نہ پڑھو اور یہ بستہ مجھے دیدو ۔

طاقت ور صاحب اقبال عقلمند و ہوشیار مال دار و زر دار اچھن کے مقابلہ میں بدنصیب حقیر ذلیل و زبوں مظلوم و خستہ خوار رضیہ کی وقعت کیا خاک تھی بستہ بھی اسباب قرق شدہ میں داخل ہوا اور تھوڑی دیر بعد رسم قیم خانہ اور زنانہ مکان ملا امانت کرنے تک کو ٹھکانا نہ رہا ۔

دو بجے سے پانچ بجے تک یہ مصیبت برپا رہی جب لڑکیاں اور اہلکار سب چلے گئے تو عالم تنہائی میں رضیہ کو اپنی بدنصیبی کا خیال آیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور چیخ

چیخ کر بلبلائی بھائی کی بے اعتنائی سے اس کے کلیجے پر تیر لگ رہے تھے یہی حالت پڑی روتی لاتی بڑی بہن کے ہاں پہنچی اور اپنی بپتا سنائی رضیہ ساری داستان کہہ چکی تو آج خلاف عادت بجائے اس کے کہ بہن اس کے زخم پر مرہم رکھتی بگڑ کر بولی۔ رضیہ بوا تم نے مجکو بھی دشمن سمجھا اور خبر تک نہ کی میں ہر طرح سے تمہاری خبر گیری کو حاضر تھی۔ اگر روپیہ قرض لینا تھا تو مجھ سے ذکر تو کر دیتیں۔

رضیہ۔ ہائے آپا یہ قرض کو کیا جانوں میں نے کس سے قرض لیا۔ مجھ پر تو نا گہانی آئی ہے۔

بڑی بہن۔ بوا مجھکو اچھن تمہارے ہاتھ کی تحریر دکھا گیا ہے۔ میں تمہارا خط پہچانتی ہوں مکرنے سے کیا فائدہ۔

رضیہ۔ اے اللہ مجھکو موت دے کہ میں ایسی ہو گئی۔ آپا کیا کہہ رہی ہو میں غیر مرد کو تحریر دونگی میری عزت آبرو سب برباد ہو گئی...... ہاں ہاں مجھے خیال آیا ایک دن کا ذکر ہے کہ اچھن دوپہر کے وقت ٹہلتا ہوا میرے پاس آیا اور کہا آپا یہ چند سطریں نقل کر دو۔ میں نے نقل کر دیں۔ ۵ روپیہ کا لین دین تھا شاید یہ وہی جھگڑا ہے آپا میری بات کا یقین کرو میں بے گناہ ہوں۔ مجھ پر اچھن نے ظلم کیا۔ میں اس کو بد دعا نہیں دیتی۔ مگر للہ تم مجھ سے ناخوش نہ ہو۔

بڑی بہن۔ رضیہ بد نصیب وہ وقت تیرا ہر گز آنسو بہنے میں نہیں میرے کلیجے پر گر رہے ہیں۔ اے ماں جائی بھائی کی محبت بھول جا۔ وہ دنیا میں خوش ہے تو اس سے واسطہ رکھنے کا نہ نتیجہ ہوتا۔ خیر اس کی خوشی یہی تھی پوری ہو گئی مدرسہ بند کرنا چاہتا تھا کر دیا۔ مگر رضیہ اس نے ظلم کیا ہے اور اس کی سزا خدا کے ہاں سے اسکو ملیگی۔ اپنی بھول جا اور بھائی کی رو۔

رضیہ۔ آپا مجھے خدا وہ وقت نہ دکھائے کہ اچھن پر کوئی برا وقت آئے میں کس قابل ہوں جو اس کی مدد کروں نہ زر ہے نہ پاس بل۔

بڑی بہن۔ خیر جو کچھ ہوا خوب ہوا اسی میں کچھ بہتری تھی تمہاری تحریر کینے کی تھی

رضیہ۔ آپا ایمان سے کہتی ہوں مجھے یاد نہیں۔ شاید ڈیڑھ سو روپے قرقی کے وقت سب کہہ رہے تھے اتنے ہی کی ہوگی۔

بڑی بہن۔ تمہارے بھائی آجائیں دیکھو میں ان سے صلاح کروں گی۔ مگر رضیہ اچھی بیٹیا اچھا نہ کیا وہ اس کی سزا بھگتے گا۔

رضیہ۔ اے ہے آپا خدا کے لئے یہ نہ کہو اس نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ مگر خدا اس کو خوش رکھے بیوقوف ہی بچہ ہی بات کو نہ سمجھ سکا مگر اللہ بس یہ نہیں چاہتی کہ میرا بھائی کسی تکلیف میں گرفتار ہو۔

بڑی بہن۔ دیوانی دنیا کبھی کسی کی نہیں رہی ہو اور خدا میرا تیرا ہی نہیں سب کا خدا ہے اس کی قدرت دیکھ اس ہاتھ لے اس نے تیرے ساتھ کچھ نہیں کیا خدا کے کاموں میں خلل ڈالا۔ اب وہ جانے اور اس کا کام۔

(۲۴)

جاڑوں کے موسم میں جب سردی زور شور سے پڑ رہی تھی رات کے آٹھ بجے ہوں گے کہ میر احسن نے بیوی سے کہا۔ آج ابتک اکرم نہیں آئی کبھی اتنی دیر نہیں لگی کیا بات ہے۔

بیوی۔ مس صاحب کے پاس بیٹھ گئی ہوگی اب آئے گی۔

گھنٹے نے مزے لے لے کر آٹھ کے نو۔ نو کے دس اور دس کے گیارہ بجا دیئے۔ کھانا مارے کھارے ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ نوکر اور ماما بیٹھے سو کھ رہے ہیں۔ ماں اور باپ حیران اور پریشان چاروں طرف پھر رہے ہیں۔

میاں۔ لاؤ پھر میں مس صاحب جاکر پوچھوں۔

بیوی۔ ہاں جاؤ دیکھو تو سہی ایسے گھبرا کیوں گئے جائے گی کہاں ہیں ہوگی۔

میاں۔ مگر وہاں تو کتے ہیں۔ رات اتنی آگئی لاؤ لکڑی دو۔

میر صاحب لکڑی لیکر پہنچے۔ تو جاڑوں کی رات آدھی رات کا وقت سناٹا کوٹھی میں قدم بھی نہ رکھا تھا سڑک ہی پر تھے کہ آہٹ پاتے ہی کتا لپکا۔ ٹھہرے اور چاروں طرف نظر ڈالی۔ روشنی ہو رہی تھی۔ وہیں سے آوازیں دینی شروع کیں مس صاحب! "مس صاحب میرا بچہ

آیا ہوں اکرم اب تک نہیں آئی،" مس صاحب کے بدلے کتا بھونکتا ہوا ہر اداز کے جواب میں آ جاتا تھا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے ٹہلتے رہے۔ یکایک خیال آیا کہ شاید اب آ گئی ہو گھر لوٹے تو وہاں کیا رکھا تھا۔ اب تو رات دونوں میاں بیوی کو پریشانی شروع ہوئی۔ مگر ابھی تک دونوں خاموش تھے جب وہ رات جس نے جفا کار اچھن کے ہاتھوں ایرانی سیدوں کی آبرو کا استغراق کیا نذر کی صبح کا منہ دکھا کر پردۂ دنیا سے رخصت ہوئی تو باپ اندھیرے منہ مس صاحب کے پاس پہنچا۔ خانساماں صورت دیکھتے ہی لپکا اور مس صاحب کو جا کر اطلاع دی۔

مس صاحب۔ میں ابھی ملنے کے واسطے تیار نہیں ہوں لیکن مجھ کو اکرم کا کچھ حال معلوم نہیں صرف اتنا سنا تھا کہ وہ چند روز سے اپنی قوم کے ایک لڑکے سے ہر وقت باتیں کرتی رہتی ہے۔ اتنا سنتے ہی پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ گھر آیا بیوی کو سارا حال سنایا اور دونوں نے کونے میں بیٹھ کر اپنا منہ پیٹ لیا۔

اکرم کے غائب ہونے کی خبر سوئی نہ تھی کہ چھپ جاتی۔ دوپہر تک شہر بھر میں مشہور ہو گئی چاروں طرف سے ڈولیاں اترنی شروع ہو گئیں۔ یہ زخم کا نمک تھا جس نے دونوں کو موت کا مزہ چکھا دیا۔ آج اچھن کو معلوم ہوا کہ کس طرح باپ دادا کی آبرو کا خاتمہ کیا اور سیدوں کی عزت برباد کی۔

بہنیں دونوں خاموش سرنگوں تھیں کہ اچھن نے کہا ان پوچھنے والوں نے اور بھی میرا ناک میں دم کیا میری بچی اور کسی قابل تو ہے نہیں یا تو کسی نے زہر دیدیا یا پکڑ کر لے گیا۔

بڑی بہن غصہ میں لال اور پیلی ہو رہی تھی کہنے لگی۔

کہ اب بھی شرم نہ آئی اور سب کے سامنے بیٹھے باتیں بنا رہے ہو وہ نا ہنجار لڑکی جس نے بڑوں کی آبرو پر پانی پھیر دیا جنہوں نے اپنا خون گرا کر عزت قائم کی تھی اس وقت تک کسی قابل جس گھر سے لاشیں نکل گئیں ڈولی نہ نکلی آج اس پر یہ خدا کا قہر نازل ہوا سادات کے خاندان اپنی عزت کا خاندانی شرافت کا تقاضا یہ تھا کہ اس کمبخت کی شہرت سے پہلے ہم زمین میں گڑ جاتے اور موت ہمارا پردہ ڈھانک دیتی اور ہماری یہ سیاہ صورتیں جو ہمیشہ ہمیشہ کو خاک

گئی اور کھلے خزانے بھاگ گئی۔ زیور بھی کچھ کم نہیں چھ ساڑھے چھ ہزار کا مال تھا۔ روپیہ بھی گیا اگرچہ
بھی اور سب سے بڑھ کر وہ بچی جسکو اندھیرے گھر کا اجالا پھوٹی آنکھ کا دیدہ اور ٹوٹے گھر کا دیا سمجھتے
تھے۔ اچھن ہرگز ہرگز ہمدردی کا مستحق نہیں نتیجہ اس کے سامنے کھلا ہوا تھا اگر آنکھیں کھول کر دیکھتا
تو اس روشن آئینہ میں اسکو یہ گھڑی صاف جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی کس کس نے اس اندھے کو نہ سمجھایا
۔ بہنوں نے اس سے کہا بہنوئی اس سے بگڑا دوست آشنا اس کے سر ہوئے ایاس کے واسطے تو سالہا سال رشتے
تو آنے سے رہے پھر بھی ہم لیے بہت خوش نصیب سمجھتے ہیں کہ اس کو اپنے کئے کا اتنا کوئی بدلا نہ
ملا ورنہ کون سا ظلم تھا جو اس نے نہ کیا اور کون سا ستم تھا جو اس نے نہ توڑا۔ بہنوں کے ترکے اس نے مارے
معصوم بچوں کا حق اس نے دبایا۔ بڑھے نوکروں کی تنخواہ اس نے اینٹھی یتیموں کے مال۔ مدرسہ کا استاد
رانڈ بہن کی بات یہ کس کس کا رونا رویا جائے وہ تو اندھا اور اپاہج ہو کر لنگڑا اور لولا بنکر در در کی ٹھوکریں
گھر گھر کی ٹھوکریں کھاتا تو سزاوار تھا۔ مگر دونوں میاں بیوی خوش نصیب تھے۔ رضیہ اگر بیاہی
نہ ہوتی تو رانڈ کی آہ تو دونوں کا کلیجہ توڑ دیتی باوجود ان تمام باتوں زمانہ سختی کے جو ہم اپنے
کے معاملہ میں روا رکھتے ہیں اس کی حالت اب قابل رحم ضرور تھی اور اگر کوئی اس کے حالات سے
بے خبر اس کو دیکھتا تو قطعی متاثر ہو جاتا تین دن اور تین رات چاروں طرف سرگرداں پھرا۔ اب اسکو
صرف یہ ارمان تھا کہ اگر ایک دفعہ اس نا ہنجار کی صورت دیکھ لوں تو گولی مار دوں دن کی بھوک اور
رات کی نیند سب اڑ گئی مزا یہ تھا کہ میاں بیوی پر الزام رکھتا اور بیوی میاں پر چوتھے یا
پانچویں روز اتنا پتہ چلا کہ حد و برقعہ والے کا لڑکا جو ہر وقت کوٹ پتلون پہنے پھرتا ہی اور پہلے
یکہ ہانکتا تھا دو روز سے ڈال رہا تھا زیادہ کھوج لگایا تو آتا اور پتہ چلا کہ وہ تو دونوں
اسی تاریخ کو دو بجے دن کی گاڑی سے امرتسر گئے ہیں لپکا ہوا گھر آیا اور اس گڑ گڑاتی دوپہری
اور جھانٹ میں کھاٹ لیا نہ رضائی تھوڑے سے [illegible] سیدھا امرتسر پہنچا۔ سراؤں میں گیا
ہوٹلوں میں دیکھا چاروں طرف ڈھونڈا مگر کچھ پتہ نہ پایا۔ ہاں کوتوالی سے اتنا معلوم ہو سکا
کہ احمد بیگ کانسٹیبل جمعہ کی رات کو ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کو لیکر آیا اور بیان کیا کہ

نصیر پور کی ایک کوٹھری سے رونے چلانے کی آواز آئی میں گیا تو دروازہ اندر سے بند تھا اور یہ عورت رو رہی تھی مگر یہ مرد زبردستی اس کو خاموش کر رہا تھا۔ میں نے دروازہ کی چول اتاری تو یہ عورت میرے قدموں پر گر پڑی اور کہا خدا کے لئے مجھے بچاؤ یہ مجھ کو بھگا کر گھر سے لایا۔ میری عصمت خراب کی میرا زیور چھین لیا میرے پاس صرف یہ نگوبند رہ گیا ہے اور اس کو بھی لینا چاہتا ہے۔ میں نے مرد سے پوچھا تو اس نے کہا یہ میری بیوی اور منکوحہ ہے اس کا بیان جھوٹا ہے یہ بدچلن ہے اس کا باپ میراچھن زندہ ہے اور میں اس کو وہاں پہنچانا چاہتا ہوں۔ کوتوالی میں جب اس عورت سے دریافت کیا گیا تو وہ پڑھی لکھی شریف عورت معلوم ہوتی تھی مگر بالکل خاموش تھی۔ اس نے کسی قسم کا اظہار ایسا نہ دیا جس سے کانسٹبل کے بیان کی تصدیق ہوتی۔ وہ دونوں چھوڑ دیئے گئے اور ہدایت کی گئی کہ علی الصباح حاضر ہوں۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ رات ہی کو کہیں چلے گئے۔ میراچھن آپ ہی ہیں؟

میراچھن۔ جی ہاں میں ہی اس کا بدنصیب باپ ہوں۔

کوتوال۔ ہاں تو جناب یہ معاملہ کیا ہے۔ ماشاءاللہ صاحبزادی خوب چٹاخ پٹاخ ہیں پڑھی لکھی۔ بے جھجک بے حجاب۔ آپ نے تعلیم پر معلوم ہوتا ہے خوب توجہ کی۔

اچھن ساکت تھا۔ یہ حال سن کر اس کی آنکھوں تلے اندھیری چھا گئی۔ اور پورا یقین ہو گیا کہ یہ کمبخت ہندو نے میری آبرو پر پانی پھیرا کوتوال کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور سیدھا اسٹیشن پر آیا۔ ارادہ کیا کہ گھر چلوں مگر ساتھ ہی خیال آیا۔ اب یہ صورت کنبے میں دکھانے اور عزیزوں میں بیٹھنے کے قابل نہیں رہی کس منہ سے جاؤں اور کس دل سے شہر میں پھروں۔ شام تک اسی ادھیڑبن میں مبتلا رہا اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ اب نہ گھر جانا بے غیرتی کی انتہا ہے۔ اسی وقت بازار گیا تولہ بھر افیون لی اور بیوی کو یہ خط لکھا۔

"امرتسر پہنچ کر معلوم ہوا کہ اکرم صرف داشتہ ہندو کے لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی۔ میں اور تم دونوں دنیا ہی میں نہیں خدا کے ہاں بھی اس وبال میں گرفتار رہیں گے جس شخص پر یہ مصیبت

گزر جائے اور جو بزرگوں کی ناک اس طرح کاٹ دے وہ اب کس منہ سے گھر آئے اور لوگوں کو تماشا
دکھائے۔ تعلیم نسواں کے غلط راستوں اور طرز جدید کے خبط نے مجھکو یہ دن دکھایا۔ میں اب
اس دنیا سے رخصت ہوتا ہوں اور جس وقت یہ خط تم کو پہنچیگا اس وقت میری لاش بھی
دفن ہو چکی ہوگی۔ یہ وہ نصیحتیں ہیں کہ مجھکو قبر بھی نصیب نہ ہوگی۔ ڈاکٹر میری لاش کو چیر
پھاڑیں گے اور بھنگی چمار مجھکو دفن کریں گے کفن، قبر، جنازہ اور زیارت مجھکو کچھ بھی نصیب نہ
ہوگا۔ یہ تمام مصیبت یہ ساری آفت اس خیال کا انجام اور اس شوق کا نتیجہ ہے جو اپنے پاک
مذہب کو چھوڑ کر دوسری طرف لے گئے۔ میری موت بظاہر ایک موت ہے مگر درحقیقت
میرے مقلدین کے لئے عبرت ہوگی اور مسلمان سمجھ جائیں گے کہ مذہب سے علیحدگی کیا وبال
لاتی ہے۔ میں اس وقت اپنے افعال پر نادم، اپنی حرکتوں پر پشیمان اور اپنی غلطیوں پر
متاسف ہوں۔ میری روح اس وقت جسم خاکی کو چھوڑ کر اس مالک حقیقی کے حضور
میں جاتی ہے جس کی نافرمانی میں نے عمر بھر کی اور جس نے مجھکو یہ دن دکھایا۔ مگر میں آج
تمہارے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں، مسلمان مرتا ہوں اور دعا کرتا کہ
مسلمان ہی اٹھوں"۔

اتنا لکھکر میر حسین نے خط بند کر ڈاک میں ڈالا اسٹیشن کی تپائی پر لیٹا اور کہا
"الٰہ العالمین میرے گناہوں کو معاف کیجیو۔ میری ناپاک روح اب تیرے حضور میں حاضر
ہوتی ہے کیونکہ اب دنیا میں اس کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا" اتنا کہکر میر حسین نے افیون
کھالی اور تپائی پر پڑ کر ہمیشہ کی نیند سوگیا۔